جلد ۱۴۴ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۴۱۰ھ مطابق ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۸۹ء عدد ۴

مضامین

...ذرات

...ئے سے اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کی جو تجویز منظور
...کی توثیق کردی ہے، بھارتیہ جنتا پارٹی کی مخالفت، شور و
...یہ بل منظور ہو گیا جس میں اتر پردیش راج بھاشا ایکٹ مجریہ ۱۹۵۱ء
...ہ بڑھادی جائے گی "اردو زبان بولنے والوں کے مفاد
...و کا استعمال ایسے مقاصد کے لئے کیا جائے گا جن کو ریاستی
...طرح اب حکومت اس کی مجاز ہوگئی کہ وہ وقتاً فوقتاً جن
...ری سمجھے اردو کو دوسری سرکاری زبان کے طور پر استعمال
...

...میں ترمیم کا حوالہ دے کر کہا گیا ہے کہ وہاں کی ریاستی
...سرکاری زبان کی شکل میں ان مقاصد کے لئے استعمال
...ضیوں اور درخواستوں کو لینا اور ان کا اردو میں جواب
...(۳) اہم سرکاری قوانین و ضوابط اور نوٹیفکیشن کا اردو میں
...ور سرکلر کا بھی اردو میں ہونا (۵) اہم سرکاری اشتہارات کا اردو
...ئع ہونا (۷) اہم سائن بورڈوں کا اردو میں لگایا جانا کہا گیا
...رہا ہے اور عوام میں مقبول ہے اس لئے بہار کے طرز پر تے
...ت کا انتظام کیا جائے اسی مقصد سے یہ ترمیمی بل پیش کیا جارہا ہے۔

...پورے ملک کی ایک بڑی آبادی کی مادری زبان ہے، اس
...یو کلر اور انصاف پسند حکومت بہت دنوں تک نظر انداز نہیں

کر سکتی تھی، کانگریس نے ۱۹۸۰ء کے انتخابی منشور کی رو سے اردو کو اتر پردیش کی دوسری سرکاری زبان بنانے کی پابند تھی یہ بل منظور کر کے اس نے برسوں پہلے کئے جانے والے اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے، اردو کا یہ اور دوسرے حقوق بہت پہلے مل جانا چاہئے تھا، مگر فرقہ پسند اور تنگ نظر سیاست دانوں نے ہمیشہ اردو کے مسئلہ کو فرقہ وارانہ اور سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی ہے اس لئے اتر پردیش میں اردو کے متعلق اعلان ہوتے ہی شر پسند عناصر اور ہندی کے پر جوش حامیوں پر اس کی مخالفت کا جنون سوار ہو گیا اور بدایوں میں قتل و خوں ریزی، وحشت و درندگی اور لوٹ و غارت شروع ہو گئی جس میں حکومت کی غفلت سے بڑا جانی و مالی نقصان ہوا، اردو والے بھی مشتعل ہو گئے، ان کو ضبط و تحمل سے کام لے کر شر پسندوں کے عزائم کو ناکام بنا دینا چاہئے تھا۔

اتر پردیش حکومت کے اس فیصلہ پر مختلف قسم کا ردعمل ظاہر کیا جا رہا ہے، ایک طرف تو لوگ جوشِ مسرت سے جھوم رہے ہیں اور دوسری طرف اسے انتخابی حکمت عملی سمجھ کر بے نتیجہ اقدام قرار دیا جا رہا ہے، وزیر اعلیٰ نے کہا ہے کہ "اردو کی تعلیم پرائمری سطح پر تو لازمی کی جارہی ہے اور نہ ملازمتوں کے ضمن میں اس کی کوئی قید لگائی جارہی ہے۔" اس کے بعد حکومت کے فیصلہ کو انقلاب انگیز اقدام سمجھ کر زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، اردو کو اتر پردیش میں پہلے ہی سے یہ سہولتیں حاصل تھیں جن کو انتظامیہ مسلسل نظر انداز کرتی رہی ہے اور اب بھی اس کی جانب سے رکاوٹیں پیدا کی جائیں گی، لیکن حکومت اردو کو دوسری سرکاری زبان مان لینے کے بعد اس کی پابند ہو گئی ہے کہ وہ مذکورہ بالا مقاصد کے لئے اردو کے استعمال کی سہولتیں فراہم کرے اور اسے انتظامیہ کے رحم و کرم پر نہ چھوڑے، حکومت کو اپنے فیصلہ پر واقعی عمل کر کے ایک نئے باب اور نئے دور کا آغاز کرنا چاہئے۔

اردو کے بعض حلقوں کا یہ مطالبہ بجا ہے کہ "سہ لسانی فارمولے میں شامل کر کے آٹھویں درجہ تک اردو کی لازمی تعلیم کا بندوبست ریاست کے ہر اسکول میں کیا جانا چاہئے" اردو والوں کو اردو سے بے بہرہ کر دینے کے لئے ۴۲ سال سے اسے دودھ کی مکھی کی طرح اسکولوں سے جو نکال باہر کیا گیا تھا اب اس پالیسی کو چھوڑ کر اسکولوں کا دروازہ اردو کے لئے کھول دینا چاہئے اس کے بغیر اردو والے مطمئن نہیں ہو سکتے، بل میں اس کا ذکر نہ ہونے کے باوجود مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، حکومت کے موجودہ فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے اور اردو کے

بد رکھنی چاہیے، حکومت کا یہ اعلان اردو کے تحفظ وبقا کی ضمانت نہیں ہے کہ اس پر اطمینان کر لیا جائے

ت مسموم ہوگئی ہے، جگہ جگہ سے فرقہ وارانہ فساد کی خبریں آرہی ہیں، اتر پردیش کانگریس آئی کے صدر

یس ایس نے کرایا ہے اور جنتا دل کے ایک لیڈر کا نام لے کر بتایا کہ انہوں نے حملہ آوروں کی قیادت

نے اپنی ریاست کے شہروں میں ہونے والے فرقہ وارانہ فساد میں بھارتیہ جنتا پارٹی کا ہاتھ بتایا۔

رام قرار دے رہی ہیں، یہی ہر فساد کے بعد ہوتا ہے، کیا فسادات کا یہی حل ہے کہ مجرموں کی

ں نہ کیا جائے، جب حکومت امن وامان اور لوگوں کے جان ومال کے تحفظ کی ذمہ دار ہے تو ایسے

قابو نہ پانے والی انتظامی مشنری کے خلاف کارروائی کرنے میں کیوں ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔

فساد کا واقعی ذمہ دار سمجھتے ہیں تو اپنی حکومت کو ان کے خلاف سخت قدم اٹھانے کا مشورہ

ں کے وزیر اعلیٰ کو فسادیوں کے خلاف کارروائی کرنے میں کیا امر مانع ہے؟

ں کے پیش نظر مولانا منت اللہ رحمانی کی دعوت پر ۱۰ ستمبر کو دفتر امارت شرعیہ میں مختلف مکاتب فکر

لمانوں کو یہ رہنمائی کی گئی کہ وہ ضبط وتحمل سے کام لیں اور کسی حال میں مشتعل نہ ہوں اگر ان پر فساد

ر بہادری کے ساتھ اپنا دفاع کریں، سیکولر اور جمہوری پارٹیاں سیاسی مفاد سے بالاتر ہو کر فرقہ وار

شریعت کی قیادت میں ایک وفد اجتماع کی تجویزوں پر گفتگو کے لئے وزیر اعلیٰ بہار سے ملا جس میں

بھی موجود تھے، وزیر اعلیٰ نے قبرستان، عیدگاہ، امام باڑہ اور مسجد کی زمینوں کے تنازعے کو تین ماہ کے

رکاری خرچ سے قبرستانوں کی گھیرا بندی کے لئے فنڈ مہیا کرنے کی تاکید کی، فساد زدہ علاقوں میں

ت کی فوری سماعت کا انتظام کرنے کی ہدایت کی، پولیس میں مسلمانوں کو دس فیصد اور اینٹی رائٹ

ے مطالبہ پر فوری عمل درآمد کی ہدایت کی، وزیر اعلیٰ نے وفد کی دوسری باتیں بھی کم وبیش منظور کر لیں اور

کے مسائل مرتب شکل میں ان کے سامنے لائے گئے ہیں ان کے بارے میں ان کی حکومت پوری طرح

کے لئے ضروری اقدامات کریں گے۔ مولانا منت اللہ صاحب نے فسادات کی بیخ کنی کے

اس کی تقلید دوسرے صوبوں کے مسلم رہنماؤں کو بھی کرنی چاہئے۔

مقالات

صحابہ کرامؓ کے صحف احادیث

از
مولانا قاضی اطہر مبارکپوری، مبارک پور اعظم گڈھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں احتیاطاً صحابہ کرام کو احادیث کی کتابت سے منع فرمایا تھا، مگر جلد ہی آپ نے اس کی اجازت دے دی اور بہت سے صحابہ آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کی احادیث لکھنے لگے اور ان کے پاس حیاتِ نبوی ہی میں احادیث کے صحیفے اور نسخے اچھی خاصی تعداد میں جمع ہو گئے، مگر متعدد صحابہ شدت احتیاط اور اپنے حافظہ پر اعتماد کی وجہ سے کتابتِ حدیث میں احتیاط برتتے رہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ سو احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا مگر بعد میں اس کو ضائع کر دیا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احادیث وسنن جمع کرنے کا ارادہ کر کے صحابہ سے مشورہ کیا ان حضرات نے اس کے حق میں رائے دی مگر احتیاط کی وجہ سے یہ کام نہیں کر سکے، البتہ اہل علم کو کتابت حدیث کی تاکید کرتے تھے، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احادیث کا ایک صحیفہ مرتب کیا جس کی روایت کی گئی۔ پہلی صدی کے نصف اول ہی میں کتابتِ حدیث کا رواج بالکل عام ہو گیا تھا، حتیٰ کہ جو صحابہ اس کے حق میں نہیں تھے ان کے اصحاب و تلامذہ بھی ان کی احادیث لکھ کر ان کے سامنے پیش کرتے تھے، اور وہ انکار کرتے تھے مگر بعد میں انہوں نے اس کو قبول کر لیا، اور جو صحابہ عہد رسالت میں احادیث لکھتے تھے ان کے اصحاب وتلامذہ ان کی احادیث لکھتے تھے اور وہ اس کی روایت کی اجازت دیتے

جب کہ اجلّہ صحابہ موجود تھے تابعین کے طبقہ علیا کے
ری ذخیرہ جمع کر لیا تھا' اور اسی دور میں وہ اس کی
تھے، یہ بات بالکل بے بنیاد ہے کہ احادیث نبویہ پہلی
اور اس سے پہلے کتابی شکل میں نہیں تھیں یہود و
ہ کہ حدیثیں بہت بعد میں جمع کی گئی ہیں' اور ابتدائی
ت نہیں ملتا۔ اسلام دشمنی کا بدترین مظاہرہ ہے۔
ھ کر ثابت کیا ہے کہ کتابت احادیث کا رواج عہدِ
ور تابعین کے پاس احادیث کے تحریری ذخیرے
یت کرتے تھے۔ یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک

للہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و
وعہ تیار کیا تھا جو صحیفہ علی کے نام سے کتابوں میں
ر مسلمانوں کے باہمی حقوق کے بارے میں حدیثیں
امذہ نے کی ہے۔
ں ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ سوائی کوفی متوفی ۷۴ھ
رتے تھے اور سامان کے خمس وصول کرنے پر مامور
ر کے محافظین کے سربراہ تھے[1]۔ ان کا بیان ہے کہ
یا آپ کے پاس قرآن کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی احادیث میں سے کوئی چیز ہے؟ تو کہا کہ :۔

لَا، وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَأَ النسمۃَ اِلَّا ان یعطی اللہ عبداً فہماً فی کتابہ وما فی ھذہ الصحیفۃ۔	نہیں اس ذات کی قسم جس نے زمین سے دانا اگایا اور جسم میں جان ڈالی، البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی کتاب کی سمجھ دے دے۔ (مجھے دی ہے) اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔

میں نے دریافت کیا کہ اس صحیفہ میں کیا ہے آپ نے بتایا کہ :۔

العقل وفکاک الاسیر وان لا یقتل مسلم بکافر	اس میں دیت اور مسلمان قیدی کے آزاد کرنے کرانے اور کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کئے جانے کے بارے میں احادیث ہیں۔

ابن عبد البرّ نے لکھا ہے کہ اس صحیفہ کے محتویات کے متعلق دو باتیں حضرت علی رضہ سے مروی ہیں، دوسری بات یہ کہ اس میں مدینہ کی تحریم و تعظیم' اور غیر موالی کی طرف نسبت کرنے والے پر لعنت کا ذکر ہے جس کے بارے میں ایک طویل حدیث ہے' اور یہ کہ تمام مسلمان خون کے بارے میں برابر ہیں، ان کے دیت و قصاص میں کوئی فرق نہیں ہے' اس کو بیان کر کے ابن عبد البرّ نے لکھا ہے :۔

رواہ عن علیؓ یزید التیمی وخِلَاس[1]	اس کی روایت حضرت علی رضہ سے یزید تیمی اور خلاس نے کی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اس صحیفہ کی روایت حضرت علی رضہ سے کم از کم ان کے دو تلامذہ

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص۷۱ کتاب میں جلاس غلط چھپا ہے۔

نے تلامذہ سے اس کی روایت کی۔

تیمی کوفیؒ نے ایک روایت کے مطابق زمانہ جاہلیت پایا
پاس احادیث تھیں، وہ اپنے قبیلہ کے نمایندہ اور معزز
ا وہ حضرت عمرؓ، حضرت ابوذر، حضرت ابن مسعود رضی اللہ
ان کے صاحبزادے ابراہیم، جوآب تیمی، ابراہیم نخعی، ہمام
ہ نے روایت کی ہے[3]۔ اس زمانہ کے علمی اور دینی مزاج و
نے صحیفہ علی کی روایت یزید تیمی سے کی ہوگی، خاص طور
ے بارے میں یہ گمان غالب ہے، جن کا شمار کوفہ کے عبّاد
تے تو ان کی پشت پر گوریا بیٹھا کرتی تھیں، چالیس سال
یں انتقال کیا، ایک قول کے مطابق حجاج بن یوسف

س بن عمرو ہجری بصری متوفی قبیل سنہ ۱۰۰ھ میں انہوں
کے علاوہ ابوہریرہؓ، عمارؓ اور عائشہؓ سے روایت کی
ہے۔

و — انہوں نے ابوہریرہؓ سے، اور علیؓ سے صحیفہ کی روایت کی ہے۔

(۱

۳؎ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۷۶

کان قدیماً کثیر الحدیث — وہ قدیم علماء میں کثیر الحدیث تھے ان کے
لہ صحیفۃ یحدث عنہا۔ — پاس ایک صحیفہ تھا جس سے حدیث بیان کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:-

روایتہ عن علی من کتاب — حضرت علی سے ان کی روایت کتاب سے ہے

ابوزرعہ سے سوال کیا گیا کہ کیا خلاس نے حضرت علی سے سماع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یحییٰ بن سعید کہتے تھے کہ یہ سماع کتاب کا ہے۔

خلاس بن عمرو ہجری بھی حضرت علی کے محافظ دستہ میں تھے۔ جلاس بن عمرو کندی صحابی ہیں، اور خلاس بن عمرو ہجری تابعی ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۷۷، والاکمال، ابن ماکولا ج ۳ ص ۱۶۹ وص ۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی احادیث کے صحیفے اور نسخے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کی اجازت و مرضی سے احادیث کا ایک مجموعہ "الصادقہ" کے نام سے مرتب کیا تھا جس کی روایت بعد میں متعدد علمائے تابعین نے کی جن میں ان کے پڑپوتے عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمروؓ زیادہ مشہور ہیں اور عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے جو احادیث کتابوں میں پائی جاتی ہیں، اسی صحیفہ الصادقہ کی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اس کو یاد کرلوں، مگر اہل قریش نے مجھ کو اس سے منع کیا اور کہا کہ تم جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہو لکھ لیتے ہو، حالاں کہ

وسلم رضا اور غضب دونوں حال میں باتیں کرتے ہیں، میں ان کے
ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے اپنے
ے فرمایا کہ تم لکھو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان
کوئی بات نہیں نکلتی ہے[1]۔ رامہرمزی نے اس واقعہ کو عن عمرو
عن جدہ کی سند سے کئی طرق سے بیان کیا ہے۔

) اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جماعت صحابہ میں سب
دی ہونے کے باوجود اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو
یتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے :۔

امن اصحاب	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں
علیہ وسلم	کوئی بھی آپ کی حدیث کا مجھ سے زیادہ
عنہ منّی	جاننے والا نہیں ہے، سوائے عبداللہ
ید اللہ بن	بن عمرو کے کیوں کہ وہ لکھا کرتے تھے
فالا اکتب[2]	اور میں نہیں لکھتا تھا۔

ن عمروؓ زندگی بھر صحیفہ الصادقہ کو دل و جان سے عزیز رکھتے
نے نہیں دیتے تھے، مشہور تابعی مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے
ایک صحیفہ دیکھا اور اس کو چھونے لگا تو انہوں نے کہا کہ خبردار
میں نے کہا کہ آپ تو مجھے کسی چیز سے نہیں روکتے ہیں، اس
ہا؟ انہوں نے کہا کہ :۔

ـاٹ [2] بخاری، کتاب العلم و جامع بیان العلم ج ۱ ص۸۵

ھٰذہ الصادقة، فیھا ما	یہ صادقہ ہے، اس میں وہ حدیثیں ہیں
سمعته من رسول اللہ	جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم، لیس	وسلم سے سنا ہے اور ان میں میرے
بینی و بینه فیھا احد[1]	اور آپ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔

مجاہد نے حضرت عبداللہ بن عمرو کا یہ قول بھی نقل کیا ہے :۔

ما اسٰی علی شئی الا علی الصادقة	الصادقہ کے علاوہ مجھے کسی اور چیز
والصادقة صحیفة استاذنت	کی پروا نہیں ہے، الصادقہ ایسا
فیھا النبی صلی اللہ علیه	صحیفہ ہے جس کے بارے میں میں نے
وسلم ان اکتب فیھا ما	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت
اسمع منه فاذن لی۔	چاہی تھی کہ جو کچھ آپ سے سنوں اس
	میں لکھ لوں اور آپ نے مجھے اس
	کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

ان ہی مجاہد سے دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو کا یہ قول ہے کہ صرف دو چیزیں مجھے زندگی کی ترغیب دے رہی ہیں، ایک وہط اور دوسری الصادقہ، اس صحیفہ کے لکھنے کے متعلق میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تھی اور آپ کی اجازت کے بعد میں نے اس کو لکھا ہے[2]۔

ابن عبد البر نے بھی مجاہد کی روایت سے یہ قول یوں نقل کیا ہے کہ صرف دو چیزیں مجھے زندگی کی ترغیب دے رہی ہیں، ایک الصادقہ اور دوسری وہط،

[1] المحدث الفاضل بین الراوی والواعی، رامہرمزی ص۳۶۷ [2] المحدث الفاضل ص۳۶۶

ں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھا ہے،
زمین اور باغ ہے جس کو میرے والد عمرو بن عاص رضؓ
کیا کرتے تھے[1]

ر بن عمرو کے خاندان میں موجود تھا اور جب احادیث کی
ی ثنا کی باری آئی تو ان کے پڑپوتے عمرو بن شعیب
بعی عالم ہیں، مستقل سکونت مکہ مکرمہ میں تھی، طائف
وایات زیادہ تر اپنے والد سے ہیں، ان کے علاوہ
جماعت سے روایت کی ہے، اور ان سے بیس[2] سے
ہے، جن میں ابن شہاب زہری، عطا بن ابی رباح،
وغیرہ شامل ہیں، ۱۱۸ھ میں انتقال کیا۔
عیب کے الصادقہ کی روایت کے متعلق کہتے ہیں۔

وما
جدہ
متصل
ن انہ
کتب
کان
رسالاً

عمرو بن شعیب خود ثقہ ہیں اور جو حدیث عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت کی ہے قابل حجت نہیں ہے اور نہ اس کی سند متصل ہے بلکہ مرسل کے قبیل کے ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، عمرو کے والد شعیب نے عبداللہ بن عمرو کی کتابیں پائیں اور

وھی صحاح عن عبد اللہ بن عمرو غیر انہ لم یسمعھا

وہ ان کی روایت اپنے دادا سے ارسال کے طریقہ پر کرتے تھے، یہ حدیثیں عبداللہ بن عمرو سے صحیح ہیں، البتہ شعیب نے ان سے ان حدیثوں کا سماع نہیں کیا ہے۔

حافظ ابن حجر یحیی بن معین کی یہ رائے نقل کرکے اس پر اپنی یہ رائے ظاہر کرتے ہیں:

قلت: فاذا شهد له ابن معين ان احاديثه صحاح غير انه لم يسمعها وصح سماعه لبعضها فغاية الباقي ان يكون وجادة صحيحة، وهو احد وجوه التحمل، والله اعلم[1]

جب ابن معین نے شعیب کے بارے میں شہادت دے دی کہ ان کی احادیث صحیح ہیں البتہ انہوں نے ان کا سماع نہیں کیا ہے، ہاں کچھ ان میں سے بعض احادیث کا سماع صحیح و ثابت ہے تو باقی احادیث کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی روایت وجادہ صحیحہ کے طور پر ہے اور وجادہ بھی حدیث کی روایت کی ایک صورت ہے۔

ارسال کی صورت یہ ہے کہ کوئی تابعی صحابی کا نام لئے بغیر براہ راست قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے ایسی حدیث کو مرسل کہتے ہیں، اور وجادہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی عالم کسی راوی سے سماع و اجازت کے بغیر اس کی احادیث یا اس کی کتابیں پاکر بیان کرے، اور کہے کہ یہ حدیث میں نے فلاں کی کتاب میں پائی یا پڑھی ہے،

[1] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۴

ـن عن الاب، عن الجد میں عمرو بن شعیب عن ابیہ، عن جدہ

...:

ـسخة	عمرو بن شعیب کے پاس اس سند سے
ـعیات	ایک بڑا نسخہ ہے جس میں اکثر فقہی مسائل
ابن محمد	سے متعلق جید احادیث ہیں اور عمرو کے
عمرو،	والد شعیب، محمد بن عبداللہ بن عمرو کے
ل الحدیث	لڑکے ہیں اور صرف دادا عبداللہ بن
ق الجد	عمرو کے صحابی ہونے کی وجہ سے اکثر
ـبداللہ	محدثین نے ان کی حدیث کو حجت قرار دیا
دون	ہے، نہ کہ شعیب کے والد محمد کی وجہ سے،
ـعیب	کیونکہ محدثین کے نزدیک واضح ہوگیا
ذلك[1]	کہ محمد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

ـب سے روایت کی ہے اور ان کی روایات کا بڑا حصہ
ـب کی اپنے والد محمد سے روایت میں اختلاف ہے،
روایت محدثین کے نزدیک ثابت ہے، تفصیل کے لئے
ـن مراجعت کرنی چاہئے۔ صحیفہ الصادقہ کے علاوہ حضرت
ـدیث کا تحریری سرمایہ بہت زیادہ تھا جس کو ایک بڑے
ـتے تھے اور بوقت ضرورت اس سے کام لیتے تھے، ابوقبیل

... و ص ۱۵۸

راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرو سے پوچھا گیا کہ قسطنطنیہ اور رومیہ شہروں میں کون شہر پہلے فتح ہوگا تو انہوں نے اسی صندوق سے ایک کتاب نکال کر بتایا کہ پہلے مدینہ ہرقل فتح ہوگا۔

فدعا عبداللہ بن عمرو	عبداللہ بن عمرو نے ایک صندوق منگائی
بصندوق له حلق فاخرج	جس میں کڑے لگے ہوئے تھے اور اس میں
كتابا فجعل يقرء[1]	سے ایک کتاب نکال کر پڑھنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو الصادقہ کے علاوہ اس صندوق کی کتابوں سے بھی حدیث کی روایت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث کے نسخے اور صحیفے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ھ میں نجران کے قبیلہ دوس سے آکر اسلام لائے اور خدمت نبوی میں یوں رہ گئے کہ سفر و حضر میں رات دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے، طبقہ صحابہ میں سب سے زیادہ احادیث ان ہی سے مروی ہیں، علماء نے ان کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ۵۳۷۴ بتائی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کے زمانہ میں جس قدر لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے، ان میں وہ سب سے زیادہ احادیث کے حافظ تھے، جتنی احادیث ان سے مروی ہیں کسی اور صحابی سے مروی نہیں ہیں[2]۔

ابتدا میں حضرت ابوہریرہؓ دیگر کئی صحابہ کی طرح حفظ حدیث کے مقابلہ میں کتابت حدیث کو پسند نہیں کرتے تھے مگر بعد میں خود ان کے پاس ان کی احادیث کا

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۲۹ [2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۶۶

ور ان کے اصحاب وتلامذہ نے ان کی احادیث کے نسخے اور
مذہ کی تعداد آٹھ سو سے زائد ہے، جس میں صحابہ وتابعین
ن شاگردوں کی کنیت ابو صالح ہے[1]۔ ان میں سے اکثر
یرہ کی احادیث کو کتابی شکل میں جمع کیا۔ عمر بن عبداللہ بصری
رتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
) احادیث زبانی یاد کی تھیں، انہوں نے کہا ہے کہ میں نے
دیث بیان کی ہیں، اگر میں تیسرے کی احادیث ظاہر کردوں تو
حضرت ابوہریرہ کے پاس ان کی احادیث کتابوں میں لکھی
فاظت گھر کے اندر رکھتے تھے اور بوقت ضرورت ان کی

ن بن عمرو بن امیہ ضمری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے
نے ایک حدیث بیان کی، جس سے انہوں نے لاعلمی ظاہر کی،
آپ ہی سے سنی ہے، اس پر کہنے لگے کہ اگر تم نے یہ حدیث
س ضرور ہو گی، اور میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے۔

ی حدیث — اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
علیہ وسلم — حدیث کی بہت سی کتابیں دکھائیں اور
ث، فقال — اس حدیث کو پا گئے تو کہا کہ میں نے تم سے
ت من ثنت — کہا تھا کہ اگر میں نے تم سے یہ حدیث بیان
ی[2] — کی ہوگی تو میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی۔

المحدث الفاصل صفحہ ۵۵۶ [2] فتح الباری ج ۱ صفحہ ۲۰۷

ابن حجر نے مختصر طور سے اس کو حسن بن عمرو بن امیہ سے یوں بیان کیا ہے کہ میں نے ابوہریرہؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اور اپنے کمرہ میں لے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی کتابیں دکھائیں اور کہا کہ یہ میرے پاس لکھی ہوئی ہے[1]۔

حضرت ابوہریرہؓ کے جن اصحاب وتلامذہ نے ان کی احادیث کے نسخے اور صحیفے کتابی شکل میں مرتب کیے اور ان کی روایت بعد میں ہوتی رہی، ان میں (۱) عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج (۲) عبدالرحمٰن بن یعقوب جہنی (۳) اور ہمام بن منبہ صنعانی کے نسخے شہرت وروایت میں سب پر سبقت لے گئے ہیں، خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ محدثین کے کچھ مشہور نسخے ہوتے ہیں جن میں بہت سی حدیثیں ہوتی ہیں، نسخہ کا راوی پہلے متن کی سند بیان کرتا ہے، اس کے بعد اسی سند سے پورے نسخہ کی احادیث بیان کرتا ہے، اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث کے کئی نسخے ان کے تلامذہ کے پاس تھے اور وہ اس طرح ان کو بیان کرتے تھے کہ پہلی حدیث میں سند بیان کرکے دیگر احادیث کو بلاسند کے بیان کرتے تھے[2]۔

پھر خطیب نے ان نسخوں کی تفصیل یوں بیان کی ہے:-

فمنها نسخة يرويها ابو اليمان الحكم بن نافع عن شعيب بن ابي حمزة عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة[3]۔

ان میں سے ایک نسخہ کی روایت ابو الیمان حکم بن نافع نے شعیب سے کی، انہوں نے ابو الزناد سے، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے ابوہریرہ سے۔

[1] تہذیب التہذیب ج ۔ ص ۔ [2] الکفایہ فی علم الروایہ صفحہ ۲۱۴ [3] الکفایہ صفحہ ۲۱۴

...رج مدنی متوفی ۱۱۷ھ حضرت ابو ہریرہ کے ان تلامذہ میں ہیں
...کو نسخہ اور کتاب کی شکل میں مرتب کیا ہے، وہ اس نسخہ کی روایت
...اخبرنا اور حدثنا نہیں کہتے تھے، یزید بن ابو حبیب کا بیان ہے
...یہاں ایک کتاب ودیعت رکھی، میں نے اس میں اعرج کی مرویات
...نے بتایا کہ :-

...یا ومما فی	اعرج ہم سے اپنی کتاب سے کچھ احادیث
...ول اخبرنا	بیان کرتے تھے اور اخبرنا وحدثنا نہیں کہتے تھے۔

...عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ اعرج سے ان کی احادیث لکھ
...نہیں لکھتے تھے، بسا اوقات اعرج طویل حدیث بیان کرتے تو
...کر لکھ لیتے تھے، اور یاد کر کے مٹا دیتے تھے، اور بعض اوقات
...لے کر مجلس درس سے اٹھ جاتے اور بعد میں یاد کر کے مٹا

...الزناد عبداللہ بن ذکوان متوفی ۱۳۱ھ ان کی احادیث کے راویہ
...حبان نے ابوالزناد کو فقیہ صاحب کتاب بتایا ہے[۳]، غالباً کتاب
...ابوالزناد کے شاگرد شعیب بن ابو حمزہ دینار حمصی متوفی ۱۶۲ھ
...نے کہا ہے کہ میں نے شعیب کی کتابیں دیکھی ہیں، مضبوط و مقید

...ریخ کبیر، بخاری جلد ۴ قسم ۱ ص۵۰، [۳] تہذیب التہذیب ج ۵ ص۲۰۵
... ص۳۵۱۔

نسخۃ شعیب رواھا الائمۃ عن الحکم[۱]۔	شعیب کے نسخہ کو ائمۂ حدیث نے حکم بن نافع سے روایت کیا ہے۔

ابو الیمان حکم بن نافع حمصی متوفی ۲۲۱ھ نے شعیب بن ابو حمزہ سے اس کی روایت کی اور ان سے محدثین نے روایت کی ہے، جیسا کہ معلوم ہوا۔

اس کے بعد خطیب نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کا ایک نسخہ عبدالرحمٰن یعقوب جہنی کا روایت کردہ تھا جس کی روایت ان کے صاحبزادے علاء نے کی تھی۔

ونسخۃ عند یزید بن زریع، عن روح بن القاسم عن العلاء بن عبد الرحمٰن، عن ابیہ، عن ابی ھریرۃ[۲]۔	اور ایک نسخہ یزید بن زریع کے پاس تھا جس کو حضرت ابو ہریرہ سے عبدالرحمٰن نے، ان سے ان کے لڑکے علاء نے، ان سے روح بن قاسم نے روایت کیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن یعقوب جہنی مدنی کو ابن مدینی نے حضرت ابو ہریرہؓ کے تلامذہ میں عبدالرحمٰن الاعرج کا ہم پلہ بتایا ہے۔ ثقہ تابعی عالم تھے۔

ان کے لڑکے علاء بن عبدالرحمٰن مدنی متوفی ۱۳۲ھ نے اپنے والد اور دوسرے صحابہ و تابعین سے روایت کی ہے، ان کے پاس احادیث کے صحیفے اور نسخے تھے جن کی روایت کرتے تھے، ابن عدی نے کہا ہے۔

وللعلاء نسخ یرویھا عنہ الثقات۔	علاء کے پاس چند نسخے تھے جن کی روایت ان سے ثقہ محدثین کرتے تھے۔

ابن سعد نے لکھا ہے :-

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۲ ص۴۴۳، [۲] الکفایہ ص۲۱۴

المدینۃ — علار کا صحیفہ مدینہ شہر میں مشہور رہے

ثقـــۃ، — وہ کثیر الحدیث ثقہ محدث تھے۔

ار حضرت ابوہریرہ کی مرویات کا نسخہ ہے، جو دوسرے نسخوں

کے پاس تھا اور محدثین کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت و

ری متوفی سنہ ۱۴۱ھ نے علار بن عبدالرحمٰن کے علاوہ بہت

ہے وہ اور ان کے بھائی ہشام بن قاسم بصرہ کے ثقہ محدثین

ادیث کا ایک نسخہ عبدالرزاق صنعانی کے پاس تھا جس کو ہمام

ابوہریرہ سے روایت کیا تھا، خطیب نے بیان کیا ہے :۔

رزاق — ایک نسخہ عبدالرزاق بن ہمام کے پاس

راشد عن — تھا جس کو حضرت ابوہریرہ سے ہمام بن

ن ابی — منبہ، ان سے معمر بن راشد، ان سے

عبدالرزاق نے روایت کیا تھا۔

لکھا ہے :۔

رۃ نسخۃ — ہمام کا ابوہریرہ کی روایت سے ایک

الصحاح — مشہور نسخہ ہے، جس کی اکثر احادیث صحاح

ستہ میں ہیں، ان کو ہمام سے معمر نے

ص ۱۴۷ ، ہے

سے الکفایہ ص ۲۱۴ ، سے تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۵

ابن حجر لکھتے ہیں۔

فجالس ابا ھریرۃ، نسمع منہ احادیث، وھی نحو من اربعین ومائۃ حدیث باسنادٍ واحدٍ ادرکہ معمرٌ وقد کبر وسقط حاجباہ علی عینیہ، فقرء علیہ ھمام حتی اذا مل اخذ معمر، فقرء الباقی، وکان عبدالرزاق لا یعرف ما قرء علیہ مما قرء ھو۔[1]

ہمام نے حضرت ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھ کر ان سے احادیث کا سماع کیا جو تقریباً ایک سند سے ایک سو چالیس[۱۴۰] حدیثیں تھیں۔ معمر ہمام سے اس وقت ملے جب وہ اس قدر بوڑھے ہو چکے تھے کہ ان کی بھویں آنکھوں پر آ گئی تھیں، ہمام نے معمر کو پڑھ کر سنانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ گھبر گئے اور معمر نے وہ نسخہ لے کر باقی خود پڑھا، اور عبدالرزاق یہ نہیں جانتے تھے کہ معمر نے کتنا حصہ پڑھا اور کتنا نہیں پڑھا۔

اس نسخہ کے تمام رواۃ اپنے اپنے زمانہ کے مشہور ائمہ حدیث ہیں، اور یہ نسخہ سب سے زیادہ مشہور اور محدثین کے یہاں متداول رہا ہے، اور آج ہمارے سامنے مطبوعہ شکل میں موجود ہے۔

محترم جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کو سنہ ۱۳۷۲ھ میں دمشق سے شائع کیا ہے اور اس صحیفہ ہمام بن منبہ کو صحیفہ صحیحہ بتایا ہے، اس میں ایک سو اڑتیس[۱۳۸] حدیثیں ہیں، اس کی ابتدار سند کے ساتھ یوں ہے :۔ حدثنا عبدالرزاق بن ھمام بن نافع الحمیری، عن معمر، عن ھمام بن منبہ، قال: ھٰذا ما حدثنا ابو ھریرۃ، عن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: نحن الآخرون السابقون

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۶۷

او توا الکتاب من قبلنا الخ اس کے بعد تمام حدیثیں
علیہ وسلم کہہ کر بیان کی ہیں۔
ث کا ایک نسخہ سہیل بن ابی صالح، عن ابیہ، عن
ا جس کی روایت سہیل بن ابو صالح کیا کرتے تھے، بعض محققین
لیس ۴۸ حدیثیں تھیں۔
ت مدنی متوفی ۱۰۱ھ حضرت ابوہریرہ کے ارشد تلامذہ میں
ے سوال کیا گیا کہ حضرت ابوہریرہ کی احادیث میں کون ثقہ و
مسیب، ابو صالح، ابن سیرین، مقبری، اعرج اور، ابو رافع، کثیر

ن ابو صالح مدنی متوفی ۱۳۸ھ نے اپنے والد کے علاوہ اور
ہے، سہیل اور علاء بن عبدالرحمٰن جہنی دونوں کے پاس حضرت
ا اور دونوں اس کی روایت کرتے تھے کئی علماء نے علاء
ا ہے۔

ھر یعنی	سہیل علاء سے زیادہ قریب الصحۃ اور مشہور ہیں۔
تبع بہ	سہیل کی حدیث لکھی جائے گی، مگر اس سے

وھو احب الی من العلاء	استدلال نہیں کیا جائے گا، وہ میرے نزدیک علاء سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

اور ابن معین نے کہا ہے:۔

سہیل بن ابی صالح والعلاء بن عبدالرحمٰن حدیثہما قریب من السواء ولیس حدیثہما بحجۃ[1]	سہیل بن ابو صالح اور علاء بن عبدالرحمٰن دونوں کی حدیثیں تقریباً برابر برابر ہیں اور حجت نہیں ہیں۔

حجت نہ ہونے کے باوجود یہ نسخہ سب سے زیادہ اعلیٰ ہے، اور سند عالی رکھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد بشیر بن نہیک سدوسی بصری نے بھی ان کی احادیث کو کتابی شکل میں جمع کیا تھا جس کی حضرت ابوہریرہ نے تصدیق کی تھی۔ رامہرمزی نے لکھا ہے:۔

عن بشیر بن نہیک قال: کنت اکتب عند ابی ہریرۃ ماسمعت منہ، فاذا اردت ان افارقہ جئتُ بالکتاب فقرأتہ علیہ فقلت: أ لیس ھٰذا ما سمعتہ منک؟ قال: نعم[2]	بشیر بن نہیک نے بیان کیا ہے کہ میں ابوہریرہ کے پاس ان سے جو حدیث سنتا تھا لکھ لیتا تھا، جب میں نے جانے کا ارادہ کیا تو وہ کتاب لاکر ان کے سامنے پڑھی اور کہا کہ کیا میں نے ان احادیث کو آپ سے نہیں سنا ہے؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ ہاں تم نے سنا ہے۔

۱ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۶۳ ۲ المحدث الفاصل ص ۵۳۸

رادر ابن حجر نے بھی تقریباً ان ہی الفاظ میں معمولی فرق کے ساتھ

ے روایت کرنے والوں میں ایک راوی عبداللہ بن فیروز باہلی بصری
ے مشہور ہیں، انہوں نے بھی حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کا
حاق بن ابراہیم کے پاس تھا وہ اپنے اوپر کے ایک دادا محصن کی
کے نام سے مشہور ہیں اور محدثین کے نزدیک غیر معتبر و متروک ہیں،
بن الرومی کے لڑکے عمر بن عبداللہ بن الرومی اس کی روایت
لکھا ہے:۔
ی ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، ان سے ان کے لڑکے
ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے، عمر بن عبداللہ رومی نے
م کے نسخہ سے روایت کی ہے۔"
صری نے اپنے والد وغیرہ سے روایت کی، ابن حبان نے ان کو

ایت کا ایک نسخہ مروان بن حکم نے امارت مدینہ کے زمانہ میں تیار کرایا تھا،
ہے کہ ایک مرتبہ مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو
دیث کے بارے میں سوال کرتا رہا اور میں ان کے جوابات لکھتا رہا، اس
ایک سال کے بعد مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو پھر بلایا اور پھر
کے بارے میں ان سے سوال کرتا رہا وہ جواب دیتے رہے۔ اور میں اپنی
رتبہ بیان کی ہوئی حدیثوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔[3] (باقی)

یب التہذیب ج ۱ ص ۱۰۸ [2] الثقات ابن حبان ج ۵ ص ۳۵ [3] کتاب الکنی بخاری ص ۳

موجودہ عہد کا ایرانی ادب

تحریر: ڈاکٹر محمد استعلامی (کناڈا)
مترجمہ: جناب رئیس احمد نعمانی (علی گڑھ)

جن نگارشات کو ہم "آج کی ایرانی ادبیات" کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ مختلف قسم کی ہیں جو ایران کے اندر گزشتہ اسی، نوے سال میں ہونے والی فکری، تہذیبی اور سیاسی تبدیلیوں کے زیر اثر وجود میں آئی ہیں، اور ان کے وجود میں آنے کے مواقع وہی فکری اور تہذیبی انقلابات، ڈیڑھ پونے دو سو سال پہلے سے آہستہ آہستہ فراہم ہوئے ہیں۔

ایران پر عہد جدید اور یورپ کی ترقی کا اثر

تیرہویں صدی ہجری کے شروع میں یورپ حیرت انگیز طور پر فکری اور صنعتی ترقی کر رہا تھا اور معاشرتی انقلاب کا غلغلہ اس کے ہر گوشے سے بلند ہو رہا تھا۔

فرانس میں ۱۷۸۹ء تا ۱۷۹۲ء کا عظیم انقلاب رونما ہو رہا تھا، اور دوسرے بڑے ملکوں میں استبداد کے محلوں کی عمارت کے نیچے باسٹیلوں[1] کی دیواریں لرز رہی تھیں۔ اس ترقی کے زمانے میں ہی دوسرے ملکوں کے لوگ بھی جو کچھ یورپ میں ہو رہا تھا کم و بیش اس سے باخبر ہو رہے تھے۔

ایران بھی اس سے بےخبر نہ تھا۔ تیرہویں صدی ہجری کے آخر (۱۲۹۰ھ) میں ناصر الدین شاہ قاچار سیر فرہنگ کی آرزو میں روس کے راستے سے ایک طویل سفر پر روانہ ہوا، ۱۲۹۵ھ اور پھر ۱۳۰۶ھ میں وہ دوسری اور تیسری مرتبہ یورپ گیا۔ اس کے سفر کا اگرچہ کوئی واضح مقصد نہ تھا لیکن بادشاہ اور ایران کے دوسرے ذمہ داروں کو یہ

ز کجاست تا بہ کجا۔"

طے اس کے دادا شاہزادہ عباس مرزا نے محسوس کر لیا
ہے اور اس کا پیشکار میرزا عیسیٰ قائم مقام اور اس کا بیٹا ابوالقاسم
یک تہذیبی، سماجی اور فوجی انقلاب کی طرف قدم بڑھانا
اھ سے ایران کا ولی عہد اور آذر بایجان کا حاکم تھا،
یاری سے قدم اٹھایا اور باغیوں کی سرکوبی، ایک منظم
م کو رواج دینے، ہتھیار بنانے اور کپڑا بننے کے
سے بڑھ کر یہ کہ ایرانی طلبہ کو یورپ بھیجنے کے اہتمام
باوجود کہ ۱۲۴۹ھ میں وہ خراسان کے اندر اپنے
ں کے نتیجے میں، ناامیدی کی حالت میں مر گیا، اس کی
بت ہوئیں۔ اس زمانے میں یورپ میں ہونے والے
جی اور سیاسی نمائندوں کی آمد و رفت بھی ایران
رہی تھی اور قاچاری شاہزادوں اور وزیروں میں سے
ایرانی قوم کی تقدیر پر غور کر رہے تھے اور حالات
ں تلاش میں تھے۔ محمد شاہ کے ذی علم اور صاحب فہم
اپنی وزارت کے مختصر دور میں اپنے بادشاہ کے
جود یہ کوشش کی کہ بادشاہ کے دربار میں خوشامد
انجام دے اور مکار اور جعل ساز لوگوں کو بادشاہ
س کام میں اس کو اپنی جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی

پڑے۔ اس کی یہ کوشش بے نتیجہ نہیں رہی۔

امیر کبیر جو آذربایجان میں اپنے تقرر کے دوران دو بار روس گیا تھا اس نے بھی اپنی صدارت کے برسوں میں ناصرالدین شاہ کو کچھ اصلاحات کے لئے آمادہ کیا اور خود اس نے ملک کے مالی، فوجی اور دفتری نظام میں بہت تبدیلی پیدا کی اور ایران کی معاشرتی بیداری کے لئے سب سے مضبوط بنیاد فراہم کی یعنی "دارالفنون" قائم کیا اور ایسے ایسے کام کئے جو عوام کو دھوکا دینے والے علما، ظالم حاکموں اور مصاحبوں کو بہت ناگوار تھے اس لئے یہ تعجب کی بات نہیں کہ اس برہم اکثریت نے ناصرالدین شاہ کی ماں کی سفارش سے اس کی معزولی اور قتل کے اسباب پیدا کر دیئے اور کسی نے جوان اور مغرور بادشاہ کے حکم کی مخالفت نہیں کی کیوں کہ اس جماعت میں سے کوئی امیر کبیر سے ٹیکس اور کمیشن نہیں لے سکا تھا اور وہ لوگ جو ٹیکس اور کمیشن نہیں چاہتے تھے وہ بھی امیر کبیر سے خوش نہیں تھے، اس لئے کہ وہ ان سے ٹیکس لیتا تھا اور ان سے کام چاہتا تھا اور وہ اس کی مرضی کے خلاف چلنے سے مجبور تھے۔

امیر کبیر کے مکتب فکر میں جن لوگوں نے تربیت پائی ان میں حسین سپہ سالار ممتاز تھا۔ یہ قانون کی بات اور مغرب کی تعلیمی اور سماجی ترقی کا ذکر کرتا تھا۔ اور فرانسیسی زبان میں اخبار نویسی بھی کرتا تھا، ۱۲۹۰ھ میں ناصرالدین شاہ کو پہلی بار یورپ لے جانے والا بھی یہی تھا۔ اور جب اس کی واپسی پر بے غیرت اہل سیاست نے ناصرالدین شاہ کو بدلا ہوا پایا تو اس کو سپہ سالار کی معزولی پر آمادہ کر دیا۔
مشیرالدولہ محسن خان بھی قاچاریوں کے معاملہ فہم وزیروں میں سے تھا جس نے

ں اور استانبول، لندن اور پیٹرز برگ کا سفر کیا تھا۔ ۱۳۰۹۵ھ
س نے عدلیہ کی بنیادوں کو اپنے مقدور کی حد تک قاعدہ

رولہ بزرگ)، تھی، جب وہ مظفر الدین شاہ کے دربار کا
ار کی روش پر گامزن تھا، اس نے اخباروں کو آزادی دی،
ے ملک کے محکمۂ مال کی اصلاح کی، اور جن کاموں میں
ضرورت تھی ان کے لئے چند یورپی مشیر ایران بلائے
ر ملک کے لئے مفید رہنما تھا۔

رے لائق وزیروں کے علاوہ، اعتضاد السلطنہ شاہزادہ
زادہ فرہاد میرزا جیسے لوگوں کو بھی قاچاری دور کے نیک
ں شمار کرنا چاہیئے۔ علی قلی میرزا پڑھا لکھا اور صاحب
ترقی دی، ٹیلی گراف کا سب سے پہلا سلسلہ سلطانیہ
ر کتابیں بھی لکھیں جن میں سے "فلک السعادہ" اچھی
ہے کہ وہ عوام کی بیداری کے لئے سوچتا تھا اور اس کی
لوگ اتنے روشن خیال اور ہوش مند ہو جائیں کہ
ں ان کو ان کی تقدیر کا حال نہ بتائیں اور ان کو فریب
کتابوں کے ترجمے کئے اور ان کی اشاعت کے ذریعے
کی تہذیب اور نئے علوم سے واقفیت بہم پہنچائے۔
خبارات سیاسی و سماجی انقلاب، اور نئے خیالات

اور شہری زندگی کے نئے طور طریقوں سے لوگوں کی واقفیت کا ذریعہ رہے ہیں۔ محمد شاہ کے زمانے (۱۲۵۳ھ) میں میرزا صالح شیرازی نے ایران کا سب سے پہلا فارسی اخبار "کاغذِ اخبار"[۴۲] کے نام سے شائع کیا لیکن اس کا کام جاری نہیں رہا اور قریب دس سال گزرنے پر امیر کبیر نے "روزنامچۂ اخبار دارالخلافہ تہران" جاری کیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد وہی اخبار "وقائع اتفاقیہ" کے نام سے نکلا۔ امیر کبیر کے بعد "وقائع اتفاقیہ" دوسرے ناموں سے جاری رہا، اور تہران، اصفہان، شیراز، تبریز اور مشہد سے بھی دوسرے اخبارات شائع ہوئے، جن میں سے ہر ایک کم و بیش عوام کو بیدار کرنے کا کام کرتا تھا اس طرح آہستہ آہستہ مشروطہ (آئینی حکومت) کے مطالبے کے لئے زمین ہموار ہوئی اور اس کے بعد مظفر الدین شاہ نے انقلاب کے ساتھ موافقت اور متابعت کی راہ اپنائی۔ اس زمانے میں تہران میں ایک ایسا اخبار وجود میں آیا جو ایران کے اخبارات کی تاریخ کے دورِ اوّل کا تابناک ستارہ ہے۔ یہ روزنامہ میرزا ابو القاسم خاں تبریزی نے جہانگیر نام کے ایک جوشیلے اور آزادی کے متوالے جوان کی شرکت میں جاری کیا تھا۔ چونکہ یہ دونوں سامنے خواب کے متوالوں کو جگانا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے اخبار کا نام "صورِ اسرافیل" رکھا اور اس کی ادارت کے لئے ایک ماہر نقاد اور وسیع النظر صاحبِ قلم کا انتخاب کیا جس کا نام "دہخدا" تھا۔ جو اس دور میں تحقیق و ادب اور ثقافت کی ممتاز شخصیتوں میں شمار ہوتا تھا۔

یہ اخبارات، اور وہ اخبارات جو ایرانیوں نے دوسرے ملکوں میں جاری کئے، یا جو خفیہ طور پر نکلتے تھے اور "شب نامہ" کہلاتے تھے، سب ایرانی عوام کی بیداری کے زینے ہیں، لیکن یہاں ان سب کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

ائز / واج | انقلاب کے برسوں میں فارسی شاعری اور نثر نگاری میں
کچھ تبدیلیاں نظر آتی ہیں : شاعری اور نثر کی زبان زیادہ

القاسم قائم مقام، میرزا جعفر حقائق نگار، میرزا حسن فسائی، محمد
نا قلی خان ہدایت، عبداللطیف طسوجی، شیخ احمد روحی،
لوگ اور خود ناصر الدین شاہ قاجار اور کچھ شاہزادے مشروطیت
سادگی اور روانی کی طرف لاتے رہے ہیں اور ان کی تحریریں
گوں کی زبان سے زیادہ قریب ہوتی تھیں، یہاں تک کہ عبدالرحیم
نجدا کے "چرند و پرند" میں مصنف بہت سادہ انداز میں
اس طرح کہتا ہے گویا پڑھنے والا اس کے سامنے بیٹھا
لفاظ اور ترکیبوں میں بہت کمی آجاتی ہے، اور خطوط اور
مبالغہ آمیز اور مداحانہ باتیں نمایاں طور پر کم ہو جاتی ہیں۔
قواعد اور زبان کے مزاج کے زیادہ مطابق ہونے کی وجہ

عوام سے الگ نہیں ہیں اور جب وہ حاکموں کے ساتھ جنگ
مت سے الگ کر لیتے ہیں، سخت آزمائش میں بھی
ت عوام کو ہوتی ہے، اس کے نتیجے میں اس دور کی نگارشات
سائل، بادشاہوں اور امیروں کی مدح گوئی اور فرمائشی تاریخوں
مضامین نئی زبان میں اور گلیوں اور بازاروں کی اصطلاحات
تے ہیں اور استبداد کے ستائے ہوئے داغدار دلوں کو

ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔

انہیں قیمتی مضامین میں سے جو عہد انقلاب کے ادب میں درخشاں ہیں، سیاسی طنز اور تنقید بھی ہے جس کے نمونے ہم نے عبید زاکانی کی تالیفات میں دیکھے ہیں، اور ہمارے دور میں فتح علی آخوند زادہ، میرزا آقا خاں کرمانی اور ان کے بعد سب سے بہتر طور پر اس طرز کو دہخدا نے دہرایا اور زندہ کیا ہے ان ہی لوگوں نے موجودہ دور کے سیاسی اور ظرافت پر مبنی رسالوں کی بنیاد رکھی ہے اور ان کی رہنمائی سے ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں جو بہلول، ملا نصر الدین اور کریم شیرہ ای کی کہانیاں دہرانے کے محتاج نہ تھے، بلکہ خود انہوں نے لطیفے ایجاد کئے اور نکتے بیان کئے ہیں جن کے ذریعے وہ سب باتیں کہہ دی ہیں جن کو سنجیدہ شاعری اور نثر میں کہنا ہمیشہ ناممکن رہا ہے۔

داستان گوئی | اس مقالے میں ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہوگا کہ ایران کے ابتدائی مغرب زدہ لوگوں نے چند یورپی ناولوں اور کہانیوں کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا ہے کہ ایرانی ادب میں کہانی لکھنے کا رواج نہیں رہا ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ بہت پہلے سے فارسی نثر کی داستانوں میں ایرانی اپنے ہیروؤں کی تعریف کرتے رہے ہیں گو ان داستانوں کے لکھنے والے اکثر لوگوں کے ناموں کو ہم نہیں جانتے ہیں لیکن ایرانی قوم ہمیشہ ان کہانیوں کو سنتی، پڑھتی اور پسند کرتی رہی ہے۔ ان کہانیوں میں سے "رستم نامہ" "اسکندر نامہ" "داراب نامہ" "سمک عیار" "حسین کرد" وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ اب بھی ایرانی سوسائٹی پر نقالوں کا اثر قائم ہے اور ماہ محرم کی رسمیں اس سے متاثر ہیں۔ یہ کہانیاں قومی حمیت کو ابھار کر جنگ جوئی پر آمادہ کرتی تھیں اس لئے ترک و عرب حکمراں ان کو پسند نہیں کرتے تھے۔

کہانیاں چاہے یورپی ناولوں جیسی نہ ہوں۔ لیکن ان کی کچھ
اہیں۔

ں ایرانیوں نے مختلف قسم کی یورپی کہانیوں سے واقفیت
کی۔ اس میں سرفہرست میرزا آقاخاں کرمانی، صنعتی زادہ
م ہیں۔ میرزا آقاخاں "مزدک" "مانی" "نادرشاہ" اور
اول لکھنے میں مشغول تھا لیکن معلوم نہیں اس کا کام مکمل
یخی ناول "دام گستران" یا "انتقام خواہان مزدک" کے
"کوروش" کے متعلق ایک ناول نما تاریخ لکھی ہے جو
ا شاہ کبیر کے عہد میں ہر چیز میں جدید رنگ چھایا ہوا
ثرت اہل قلم نے دلچسپ ناول لکھے جن کا سہرو کوئی معروف
یر بکثرت اہل قلم نظر آتے ہیں جنہوں نے دلچسپ ناول
اول زین العابدین رہنما کا لکھا ہوا "پیامبر" ہے۔ اس
ہ منتخب" اور ش پرتو کی "پہلوان زند" کا نام لیا جا
ابراہیم خواجہ نوری اور صادق ہدایت کی کتابوں میں بھی
تی ہیں۔

ہ، محمد حجازی اور علی دشتی جیسے مصنفوں اور بعض
ں جدید افسانہ نگاری کا آغاز ہوتا ہے ان تین شخصوں
اصل کی ہے، لیکن افسانہ نگاری صادق ہدایت کے
اس کا کام "فکر" و "ایجاد" کی ایک پختہ بنیاد رکھتا

ہے اور یورپی ادب کا تاثر لئے ہوئے ہے "زندہ بگور" سے "بوف کور" تک اس کے افسانوں میں "تنوع" بھی نظر آتا ہے۔ اس کے بعد صادق چوبک "خیمۂ شب بازی" اور "انتری کہ لوطیش مردہ بود" نام کے مجموعے لے کر ظاہر ہوتا ہے اور "سنگ صبور" اور "چراغ آخر" تک برابر آگے بڑھتا ہے۔ یہ مصنف ابھی خاموش نہیں ہوا ہے آل احمد اپنے تنقیدی اور تحقیقی رسالوں، مختصر افسانوں کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ ابراہیم گلستاں شاپور قریب کہانی لکھتا ہوا ابھرتا ہے۔ محمد علی اسلامی ندوشن اس راہ میں آگے بڑھتا ہے، اور فریدون تنکابنی اور ابراہیم صادقی ایسی کتابیں پیش کرتے ہیں جن میں جدت و تازگی ہوتی ہے۔ جمال میر صادقی کی کتابیں ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہیں، صمد بہرنگی نمودار ہوتا ہے اور نئی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس سے چند سال پہلے "شوہر آہو خانم" نام کا ناول ایرانی ادب کی اچھی کتابوں میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے جس کی وجہ سے محمد علی افغانی کے نام کا بول بالا ہوتا ہے

ڈرامے | موجودہ ایرانی ادب میں "ڈراما نگاری" کو ابھی زیادہ اہمیت نہیں حاصل ہوئی مگر اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

تماشا بازی کا وجود ایران میں بہت پہلے سے ملتا ہے اور ایرانی ہمیشہ سے تاریخ کے دلولہ انگیز واقعات و روایات کو تماشوں ہی کے ذریعے جانتے رہے ہیں۔ "گئومات مغ" جو کمبوجیہ بھائی اور اس کا جانشین تھا ایران کی سلطنت پر قابض ہو گیا مگر آخر کار عوام کے ہاتھوں قتل ہو گیا، اس کی یاد میں ایران کے لوگ ہر سال "مغ کشان" کی رسم مناتے تھے اور ایک پتلا بنا کر اس کو آگ لگایا کرتے تھے — یا کاووس کے بیٹے سیاوش کے قتل کے دردانگیز واقعات کو شہید کربلا کی شبیہ

دکھاتے اور رویا کرتے تھے اور اس کو "گریستن
علوم ہوتا ہے کہ ایران کے زرتشتی لوگوں نے چوتھی
رسم کو فراموش نہیں کیا تھا اس لئے کہا جا سکتا
ے کی تمام شکلیں ایران میں موجود نہیں تھیں،
ران میں پہلے سے موجود ہونے میں کوئی شک
ں ہے کہ ایرانی سوسائٹی اور ایران کے قدیم
عنصر سمجھتے تھے اور نہ انسانی روح کی تربیت
ہ ازیں مذہب بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری
وں میں لوگ غربت کی زندگی بسر کرتے تھے اس
ے لطف و تفریح کا موقع انہیں نہیں ملتا تھا ان
ف ہوتا تھا تماشا بازی تو بے کاروں اور رندوں

نے کوشش کی ہے کہ تماشا بازی کو اپنے خیالات
یت کا ذریعہ بنائیں۔ فتح علی آخوند زادہ نے سب
لیر کے ڈراموں سے واقف کیا، اور تیرہویں
شات کو میرزا جعفر قرچہ داغی نے فارسی میں منتقل
عد میرزا آقا تبریزی نے تین ڈرامے لکھے اور
ے۔ یہ ڈرامے بہت سادہ اور ابتدائی کوشش

رضا شاہ کبیر کی بادشاہی کے زمانے میں اس فن نے بھی تمدن کے اور دوسرے عناصر کی طرح ترقی پائی اور اس کے لئے ایک ادارہ بھی وجود میں آگیا اور اس کو ہدایت کی گئی کہ تفریحی پروگرام اور اسکولوں کی تقریبات میں بچوں اور نوجوانوں کو کھیل تماشے کی لیاقت کی بھی تربیت دی جائے۔ اور اسی دوران میں کچھ نمایاں استعداد رکھنے والے لوگ تماشا دکھانے اور ڈراما لکھنے کی راہ پر لگ گئے۔ جن میں سے رضا کمال (شہرزاد)، حسن مقدم (علی نوروز) مصطفےٰ اسکوبی، سید علی نصر اور ڈاکٹر مہدی نامدار جیسے لوگوں کے نام اب تک زبانوں پر ہیں۔ اس جماعت کے پہلو بہ پہلو ایک اور جماعت بھی تھی جو دوسری سماجی خدمات میں لگی ہوئی تھی، ان کے ڈرامے بھی سامنے آئے اور ان کو شہرت حاصل ہوئی۔ صادق ہدایت نے تین ڈراموں کے ساتھ جن میں "افسانہ آفرینش" زیادہ تیز اور زیادہ سنجیدہ ہے، سعید نفیسی نے "آخرین یادگار نادر شاہ" کے نام کے ڈرامے سے، ازاشتہ گیلانی نے "اخوی زادہ" نام کے ڈرامے سے اور دوسری نگارشات سے، عماد عصار نے اشتباہات خندہ آور" نام کے ڈرامے سے، میرزادہ عشقی نے "رستاخیز، "سلاطین ایران در مداین" اور "ایدہ آل یک مرد دہقان" کے نام کے ڈراموں سے، احمد بہار مست نے اپنے "شاہنامۂ فردوسی کے اقتباسات" سے، صادق چوبک نے "توپ لاستیکی" سے، عبدالحسین نوشین نے "خروس سحر" اور "تا ثیر زن وظیفہ شناس" سے، ذبیح بہروز نے "جیک جیک علی شاہ" نام کے ڈرامے سے، علی نقی وزیری نے "روز پذیرائی" سے محمد حجازی نے "حافظ"، "عروس فرنگ"، "حاجی آقای متجدد" اور "محمود آقا را وکیل کنید" نام کے ڈراموں سے اور ڈاکٹر ابوالقاسم جنتی عطائی نے "چراغ" اور "موش و گربہ" نام کے ڈراموں اور

دراہنیں کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر عباس حکیم نے "چشمۂ سبز"
ں کے توسط سے شہرت حاصل کی۔

ں میں جو لوگ لگے ہوئے ہیں انہوں نے اس میں زیادہ
ہیں۔ ان لوگوں نے یا تو زیادہ لکھا ہے یا ان کے کام
شناسوں نے ان کو زیادہ پہچانا اور زیادہ پسند کیا ہے
غلام حسین ساعدی (گوہر مراد) کا نام خاص طور پر
ب بدستہای ورزیل"، باہہا و زیر باہہا"، آی بیکلاہ
ندر کام موجود ہیں۔ بہرام بیضائی کا "پہلوان اکبر می
ں کی ایک قیمتی اور تحقیقی کتاب "ہنر نمایش در ایران"

ں جو اس دور کے اہل قلم نے پیش کی ہیں، سینکڑوں
"اور انہیں کے ساتھ ہم کو متقدمین کے شعری اور
ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس راہ میں جس جماعت نے
در محققوں کی جماعت ہے جس کی محنت نے متقدمین
س طرح کہ ان میں سے ہر ایک نے قدیم ادبی کتابوں
طوں سے مقابلہ کرنے کے بعد ہر شعر اور نثر کی صحیح
آمیز مخطوطات کو واقعی طور پر صحیح اور مفید شکل دے
ں سے بہت سے لوگوں نے تصحیح شدہ متن کے
ضافہ کیا ہے جو کتاب کے مختلف مقامات کے

مضامین کی تلاش کو آسان بناتی ہیں۔ ایک دوسری جماعت نے قدیم شاعروں اور مصنفوں کے حالات اور ان کے اسلوب نگارش کے متعلق تحقیق کی ہے اور "علم تاریخ" "تاریخ ادبیات" اسلوب شناسی اور "ادبی فنون" کے موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر مفید ہے۔ دوسرے مشرقی علوم کی طرح فارسی ادب میں بھی تحقیق و تصحیح کی روایت مغربی علماء نے قائم کی ہے۔

ایرانیوں میں پہلے محمد قزوینی جیسے لوگوں کو یورپ کے ایران شناسوں سے واقفیت کے نتیجے میں ایسے تحقیقی کاموں کی طرف رغبت ہوئی، ان کی بہت سی تحقیقات یورپ کے تحقیقی کاموں سے زیادہ قیمتی ہیں، ان میں سے محمد علی فروغی، حسن پرنیا، عباس اقبال آشتیانی، محمد تقی بہار، بدیع الزماں فروزانفر، جلال الدین ہمائی، ابراہیم پورداؤد، علی اکبر دہخدا، سعید نفیسی، سید احمد کسروی، اور کچھ دوسرے لوگوں کے نام لائق ذکر ہیں۔ تہران یونیورسٹی کے قیام کے بعد بعض اکابر اس میں استاد ہو گئے ان سے تربیت پانے والے طلبہ نے اپنے استادوں کے کام کو جاری رکھا اور تحقیق کے کام میں دقیق علمی طریقوں کا استعمال کیا۔ اس طرح ان کے کام پہلی نسل کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور زیادہ مفید رہا۔ اس نسل میں سے ڈاکٹر محمد معین، ڈاکٹر پرویز ناتل خانلری، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، ڈاکٹر عبد الحسین زرین کوب، ڈاکٹر محمد جعفر محجوب اور کچھ دوسرے لوگوں کے نام نمایاں ہیں۔

مقالہ نگاری | اخباروں اور رسالوں کی اشاعت سے جو نگارشات وجود میں آئیں ان میں بعض ادبی اور فنی حیثیت کی حامل ہیں مگر ان کا بڑا حصہ ان تحریروں پر مشتمل ہے جن میں صرف وقتی مسائل پر گفتگو کی گئی ہے لیکن بعض سیاسی موضوعات و مسائل سے تعلق رکھنے کی بنا پر تاریخی سند اور تاریخ کا جز بن جائیں گے۔

یق و تدقیق کے آغاز کے زمانے میں ہی تحقیقی موضوعات اور زیادہ
نہ موضوعات پر اخباروں اور رسالوں میں شائع ہونے والے
ئے جو مستند و معتبر مانے جاتے ہیں۔

بچوں کے مطالعہ و دلچسپی کی جانب بھی توجہ دی گئی، قدیم فارسی
ہ تعرض نہیں کیا گیا ہے، اس سلسلہ کی ابتدائی کوشش کا
ی کتاب احمد ہے گو اس میں بھاری بھر کم الفاظ بھی ہیں تاہم
ت اس میں بچوں اور نوجوانوں سے ہم کلام نظر آتے ہیں گزشتہ
ے ایرانی اہلِ قلم کو علم نفسیات سے واقفیت ہوئی ہے تو ان کی
ی لکھنے" کا خیال پیدا ہوا، اس خیال نے ان کتابوں کو وجود
ں، امریکا اور جاپان جیسے ملکوں کی کتابوں کے برابر نہیں
ایہ بہت امید افزا رہی ہے۔ طالبوف کے بعد جبار باغچہ بان،
ر بھی مہندیں، عباس یمینی شریف، رسام ارژنگی اور موجودہ
سرے لوگوں نے بچوں کے ادب کی طرف توجہ دی ہے دوسری
اور خلاصوں نے بھی اس موضوع پر ایران کے ادبی ذخیرے

شاعری کی ہیئتیں عموماً ما قبل اسلام کی ہیئتوں کی ترقی یافتہ
نے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ موزوں، زیادہ خوش
ر ہی ہیں اور اسلامی عہد میں شمس قیس رازیؒ وغیرہ نے
اوزان کو عربوں کی عربی شاعری کے وزن شناسی کے

ارکان (افاعیل عروض) کے ساتھ تطبیق دیں، اور اس طرح فارسی شاعری کے زیادہ تر موسیقی دار اوزان عربی کے شکستہ ارکان (زحافات) سے ہم آہنگ پائے گئے ہیں، اس لئے کہ وہ افاعیل فارسی شاعری کے لئے وجود میں نہیں آئے تھے۔ باباطاہر کے اشعار اور فردوسی کے شاہنامے کا وزن عہدِ اسلام سے پہلے کے ترانوں اور نظموں میں موجود رہا ہے اور عرب سے نہیں لیا گیا ہے کہ اس کو عرب کی اوزان شناسی سے پرکھا جائے۔

"وزن"، فارسی شاعری کے تدریجی طور پر کامل ہونے کی علامت ہے اور مشکل قافیوں اور قصیدہ جیسی بڑی ہیئتوں کا استعمال فارسی اور عربی زبانوں پر قدیم ایرانی شاعروں کے تسلط کی دلیل ہے۔ لیکن خواجہ نصیر طوسی اور علامہ حلی جیسے لوگ جنہوں نے شاعری کو ایک علمی معیار پر پرکھا ہے، انہوں نے وزن کے وجود کو شاعری کی لازمی ضرورت تسلیم کیا ہے، لیکن قافیے کی طرف سے کوئی دفاع نہیں کیا ہے[۲۵]۔ حقیقت یہ ہے کہ "وزن" مقصد کے بیان کے لئے مقید نہیں کر دیتا، لیکن "قافیہ" چوں کہ ایک لفظ ہوتا ہے اور لفظ مخصوص معنی رکھتا ہے، اس لئے وہ البتہ شاعر کو مجبور کرتا ہے کہ اپنے مضمون اور خیال کو اس لفظ کا تابع بنا دے اور اسی وجہ سے "قافیہ" شاعر کی آزادی کو محدود کرتا ہے یا بندش لگاتا ہے۔ خواجہ نصیر شعر کے معنی، مضمون اور مفہوم کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ:

بے معنی مہمل الفاظ کو اگرچہ ان میں وزن اور قافیہ جمع ہو شعر نہیں سمجھا جاتا۔"

اور تقریباً یہی بات ہے جو نیما یوشیج نے بھی کہی ہے کہ:

وزن و قافیہ ابزار کار شاعر است   وزن اور قافیہ شاعر کے کام کے آلات ہیں

اب اگر شاعر چاہے تو ان آلات سے استفادہ کرے، اور نہ چاہے تو نہ کرے۔ اسی خیال

کے وجود کو ضروری نہیں خیال کیا۔

ں احساس یا خیال کی فنی اور خیال انگیز تعبیر کا نام ہے۔
یہ ہوتی ہے جو دل پر زیادہ اچھی طرح اثر کرے اور
پیدا کرے۔ کوئی فنی کاوش اپنے وجود میں آنے تک تین
ب فن کے ذہن میں اس کی پرورش ہوتی ہے، پھر وہ شعر
تلاش کرتا ہے جو اس کے مضمون اور خیال کو بہترین
و بیان کریں۔ تیسرے مرحلے میں وہ کوشش کرتا ہے
طرح ایک دوسرے سے پیوست کرے کہ ان میں ایک
گر شاعر چاہے تو قافیہ بھی، اب اگر کوئی شاعر تیسرے
ام کو مکمل سمجھتا ہے تو اس کا شعر معنوی اور فنی ارکان
ن اور بے قافیے کا شعر ہوگا اور یہ متقدمین کی شاعرانہ
عمدہ نمونے ہم کو خواجہ عبداللہ انصاری کی نثر میں ملتے
س کو "شعر منثور" (نثری شاعری) کہا ہے۔ ہو سکتا
پابندی کے لئے الفاظ کی ترتیب بدلنے کو کلام کی
ھتا ہو (اور ایک حد تک ایسا ہے بھی) اس صورت
قابل معافی گناہ نہیں ہوگا، اس لازمی شرط کے ساتھ
پانے کے لئے وزن کو ترک نہ کرے۔
ی کی ہیئتوں میں قافیہ شاعر کو زیادہ مقید کر دیتا ہے
ساتھ قصیدے نے اپنی جگہ غزل اور مثنوی کو دے

دی ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری سے شاعروں نے زیادہ تر ان ہیئتوں کی طرف
توجہ کی ہے جن میں ایک قافیے کی پیروی بہت کم کی جاتی ہے۔ نیما کے طرز کی شاعری کی ہیئتوں
میں بھی قافیہ پورے طور پر متروک نہیں ہوا ہے لیکن بہت سے ایسے نمونے موجود ہیں جن میں
قافیہ کی رعایت کی گئی، لیکن ہم قافیہ الفاظ کا تسلسل اور تکرار بھی اس طرح نہیں ہے کہ ہمیشہ
ہر شعر یا ہر بند کے آخر میں نظر آئے۔ کبھی ہم قافیہ مصرعوں کے بیچ میں دو یا تین چھوٹے بڑے
مصرعوں کا اور کبھی اس سے بھی زیادہ فاصلہ ہوتا ہے جس میں باقاعدہ ترتیب نہیں پائی جاتی۔
مثال کے طور پر یہ ممکن ہے کہ پہلے تین مصرعے چھوٹے ہوں اور ان کے بعد ایک یا کئی طویل
مصرعے رکھے جائیں۔ قدیم شاعری میں "مستزاد" کے نام سے ایک ہیئت موجود ہے جس
کے ہر بڑے مصرعے کے بعد ایک چھوٹا مصرعہ ہوتا ہے اور یہ ترتیب نظم کے آخر تک برقرار
رہتی ہے۔ یہ ہیئتیں گویا ایک حد تک ایسے مستزاد کی مانند ہیں جس میں باقاعدہ ترتیب کی
رعایت نہ کی گئی ہو۔

اس وقت کی چار مصرعوں والی ہیئت بھی قدیم دو شعروں والے قطعات کی طرح کی
ایک چیز ہے، اس فرق کے ساتھ کہ آج کی شاعری میں دو، دو شعر کے چند قطعات ایک دوسرے
کے ساتھ مل کر نظم کی ایک ہیئت کو وجود میں لاتے ہیں۔ اس لئے موجودہ شاعری میں قصیدہ
اور غزل کی ہیئتیں متروک ہو گئی ہیں اور نیما کے انداز کی ہیئتوں میں وزن پایا جاتا ہے اور
ان میں سے بہت سی قافیہ بھی رکھتی ہیں۔ غرض مجموعی طور پر شاعری کی ہیئتوں میں قدیم
شاعری کی ہیئتوں کے ساتھ عدم مماثلت کے مقابلہ میں مماثلت زیادہ ہے، اور یہ تعجب
کی بات ہے کہ ہیئت کی ذرا سی تبدیلی پر ہم زیادہ بحث کریں اور اس کو ایک قسم کی "ایجادِ
بندہ" قرار دیں اور یہ فراموش کر دیں کہ "شعر کی اصلیت خیال، مضمون اور عمدہ اسلوب تعبیر

یال' اور کوئی قیمتی مضمون کسی فنی تعبیر کے ساتھ پیش کیا
اہ وہ ہزاروں برس پہلے موزوں کیا گیا ہو۔ اس بنا پر "شعر نو"
دب کیلئے استعمال کرنا درست ہے اس لیے کہ شعر کا "نیا"
ہر حال اس ترکیب کا اطلاق ان نگارشات پر کیا گیا ہے جو نیما کا راستہ کھلنے
ں کے مسائل اور نیما کے عہد کی مختلف قسم کی دشواریوں اور تلخیوں کا ذکر ہوتا
ں نے اس سے بہتر شعر بھی کہے ہیں جیسے احمد شاملو، مہدی
د۔ کچھ اور لوگ بھی اس طرز و روش میں آگے بڑھے ہیں۔
ے بعد ایک اور جماعت نے یہ خیال کیا کہ صرف مسائل کا
کامیابی اور ناکامی کی مؤثر تعبیر ہی کافی نہیں ہے اور شاعر
اس کے اشعار سے مست ہو جائیں اور اس کو اپنے دل
:

ے ایسی باتیں سنتے ہیں جن کے سننے کی سب لوگ

ان کہی باتوں" کا کہنا ہے۔"

کی اصطلاح سے پہچانی جاتی ہے۔ اس کے اندر، شاعر
کہ الفاظ کی شکل اختیار کرتا ہے اور قاری اگر تیز ذہن
کچھ پیغام حاصل کرتا اور کچھ نئے خیالات تک پہنچ جاتا
تا ہے کہ "موج نو" کی شاعری کے اندر، شاعر ان رابطوں پر
ن سے دوسرے ذہن تک منتقل کرتے ہیں اور وہ اپنے
ساتھ کاغذ پر [illegible] ہے جن کے ربط کو وہ اس خاص

وقت پر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے "موج نو" کی شاعری واضح نہیں ہے اور ابہام رکھتی ہے اور کبھی کبھی اس میں کسی لفظ یا ترکیب یا عبارت کا استعمال ایسے معنی کے لئے ہوتا ہے جن کے لئے پہلے کبھی نہیں ہوا ہے' اور یہی چیز قاری کو کم و بیش الجھن میں ڈال دیتی ہے اور ایک اسلوب شناس کو یورپی ادبیات کی "سورریالسٹی[۸]" کی یاد دلاتی ہے۔ اس میں مطلعات کے مطابق، شعر کا ذہنی عنصر یا شعر کا خالص لفظ، عبارت اور قافیے پر توجہ کے بغیر اہم ہوتا ہے' اور ہم دیکھتے ہیں کہ "موج نو" نے وزن کو بھی آزاد کر دیا ہے۔ اس کی لہر میں بہنے والے اپنے لفظوں اور ترکیبوں میں ایک طرح کا معنوی اور تخیلی تناسب دیکھتے ہیں جو ان کو خیال انگیزی اور قدیم اوزان کی تاثیر سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ موج نو کی کاوشوں پر ابھی تفصیل سے کچھ کہنا ممکن نہیں تاہم اس کا ذخیرہ تخیل و تعبیر سے یکسر خالی نہیں۔

حواشی

[۱] BASTILLE کے معنی ہیں قلعہ اور پیرس کے اس قدیم قید خانے کا نام بھی باسٹیل تھا جو فرانس کے انقلاب عظیم کے موقع پر ۱۴ر جولائی ۱۷۸۹ء کو عوام کے ہاتھوں ویران ہوا۔ [۲] ایران کا سب سے پہلا اخبار جاری کرنے والے میرزا محمد صالح شیرازی کو عباس میرزا نے ہی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یورپ بھیجا تھا۔ [۳] ایک بار خسرو میرزا کے ساتھ اور دوسری بار ناصر الدین میرزا کے ساتھ۔ [۴] یہ انگریزی لفظ NEWSPAPER کا ترجمہ ہے۔ [۵] کتاب "المعجم فی معاییر اشعار العجم" کا مصنف۔

[۶] منطقیوں کے نزدیک شعر کا اطلاق ایسے کلام پر ہوتا ہے جس میں خیال اور وزن پایا جائے اور جمہور یعنی (عوام) کی تعریف کے مطابق شعر اس کلام کو کہتے ہیں جس میں وزن اور قافیہ پایا جائے۔ (معیار الاشعار، نصیر طوسی)

[۸] SURREALISTIC۔

مراجع

ن کرمانی، ڈاکٹر فریدون آدمیت (۲) اندیشہ ہائے میرزا فتح علی
ت (۳) از صبا تا نیما، یحییٰ آرین پور (۴) کلیات تاریخ تمدن جدید،
سیاسی، امین الدولہ میرزا علی (۶) تاریخ ادبی ایران، ایڈورڈ براون
بد ایران، ایڈورڈ براون (۸) سبک شناسی، ملک الشعرا،
ی تربیتی ایران، صمد بہرنگی (۱۰) خط و فرہنگ، ذبیح بہروز
ینائی (۱۳) ارزش احساسات، ڈاکٹر ابوالقاسم جنتی عطائی ۔
ز نائل خانلری (۱۴) تذکرہ شعرائے معاصر، عبدالرحیم خلخالی،
، ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب (۱۶) اصول ادبیات، کو دکان
ملک شیرازی، اسمٰعیل رائین (۱۷) تاریخ فرہنگ ایران، ڈاکٹر عیسیٰ صدیق
ی صدیق (۲۰) تاریخ ادبیات در ایران، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا
(۲۲) منشآت، ابو القاسم قائم مقام ۔

ل سیٹ) مصنفہ علامہ شبلی نعمانیؒ

جس میں فارسی شاعری کی ابتدا، عہد بہ عہد کی ترقیوں اور
ث کی گئی ہے، رودکی، دقیقی، عنصری، فردوسی، عمر خیام، نظامی، عطار
ں، فغانی، عرفی، طالب آملی، ابو طالب کلیم وغیرہ کا تذکرہ مع تنقید
ں پر ایران کی آب و ہوا اور تمدن کے اثرات کا ذکر ہے اور
دیانہ اور اخلاقی شاعری پر تنقید و تبصرہ ہے۔
م ۱۸/- چہارم ۲۱/- پنجم ۱۸/- (منیجر)

عربی، فارسی اور اردو رامائنیں

نظر

جناب رام لعل نابھوی، نابھا، پنجاب

معارف میں اس سے پہلے جناب رام لعل نابھوی کا مضمون رامائن اور مسلمان شائع ہو چکا ہے اب انہوں نے اردو، فارسی اور عربی رامائنوں کی ایک مزید مکمل فہرست بھیجی ہے اس میں مسلمانوں کی بھی لکھی ہوئی ہیں جو ان کی علمی و مذہبی بے تعصبی اور فراخ دلی کا نمایاں ثبوت ہے۔ اور اس سے ہندؤں کی فارسی و اردو سے دلچسپی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ (معارف)

عربی رامائنیں

نمبر شمار	نام رامائن	نام مصنف/مترجم	مطبوعہ/غیر مطبوعہ	تاریخ مخطوطہ	سال و مقام اشاعت	صفحات	سائز	منظوم/منثور	کیفیت
۱	ملحمۃ راما	ودیع البستانی لبنانی	مخطوطہ			۳۰۸	مجلد	منظوم	انڈین کونسل آف کلچرل ریلیشنز میں موجود ہے۔
۲	راماینا		مطبوعہ		۱۹۸۶ء بمبئی (طبع ثانی)	۹۹	[illegible]	منثور	انڈین کونسل اوف کلچرل ریلیشنز نے شائع کیا
۳	رامائن	[illegible]			تاریخ ۱۹۷۰ء [illegible]				دہلی یونیورسٹی

فارسی رامائنیں

…	سال تالیف یا سن تصنیف	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
	۱۲۸۸ ہجری [illegible]	۹۲۹	بڑا	منظوم	نابھوی کے پاس ہے۔ قلمی نسخہ پاکستان میں ہے۔ دیکھئے نسخہ ہائے فارسی مخطوطات جلد چہارم مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان الگ نسخہ ۱۸۷۲ ہارڈنگ لائبریری دہلی میں ہے۔
	[illegible]	۱۸۷	بڑا	منظوم	کتب خانہ نابھوی میں ہے
					مہر سنگھ گوجرانوالہ کی رامائن میں آخری صفحہ پر چند سطور یا سی فارسی رامائن کی درج ہیں اور لکھا گیا ہے کہ کتاب مکمل ہو چکی ہے۔ جو بھاری ہے۔ چھپنے کے لئے تیار ہے قیمت بھی درج کی گئی ہے۔
ایران		۶۹۴ اول ۳۰۲ دوم	بڑا	منثور	نابھوی کے پاس ہے۔
ایران		۱۱۲	چھوٹا	منثور	"
					قلمی نسخہ پاکستان میں ہے۔ دیکھئے نسخہ ہائے خطی فارسی جلد چہارم صفحہ ۲۱۵۵ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ ذکر منتخب التواریخ۔ دربار اکبری۔ فارسی رامائن عہد اورنگ زیب میں ہے۔

نمبر شمار	نام رامائن	نام مصنف یا مترجم	مخطوط یا مطبوعہ	تاریخ مخطوط	سال تالیف یا سن تصنیف	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
۷	ترجمہ رامائن	فیضی فیاضی	مخطوط		۱۰۰۵ ہجری			منثور	یہ نسخہ کتب خانہ ندوہ میں ہے دیکھئے فہرست نسخہ خطی فارسی مرکز تحقیقات۔ فارسی ہند
۸	[illegible]	[illegible]							مہاراجہ بیرا سنگھ والے نابھانے چار ہزار اشعار پر مشتمل یہ رامائن لکھوائی صلہ میں منصب تاحیات ملا۔ دیکھئے آج کل ج ۱۶۲ سنہ اور داستان ادب حیدرآباد۔ صفحہ ۱۷۳
۹	رامائن	[illegible]							دیکھئے داستان حیدرآباد از قادری زور صفحہ ۱۴۵
۱۰	رامائن وظیفہ فیضی	فیضی	مخطوط					منثور	یہ نسخہ پاکستان میں ہے۔ دیکھئے نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان جلد چہارم۔ تحقیقات فارسی مرکز ایران صفحہ ۲۰۵۹۔
۱۱	رامائن مسیحی	ملا مسیحی کیرانوی	مخطوط						اس رامائن کے قلمی نسخے پچاسوں لائبریریوں میں ہیں۔ کئی کئی نسخے ایک ہی لائبریری میں بھی ہیں۔ اوراق نابھوی کے پاس۔

صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
۳۲۱	بڑا	منظوم	یہ رامائن گورونانک یونیورسٹی میں ہے۔ کچھ اوراق نابھوی کے پاس ہیں۔
			یہ نسخہ پاکستان میں ہے۔ دیکھئے نسخہ ہائے خطی پاکستان جلد ۶۔ صفحہ ۱۴۵ مرکز تحقیقات فارسی ایران
			یہ مخطوطہ آرکایوز ڈپارٹمنٹ پنجاب میں ہے۔ نمبر ۴۶/ایم ہے
۳۴۳	[illegible]	منثور	عبدالسلام کلکشن ۶/۱،۴ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ
۱۵۴	[illegible]	منظوم	حبیب گنج کلکشن ۱۴۲/ ۵۰ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ
			آزاد لائبریری
		منثور	یہ منثور نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔ دیکھئے [illegible]

نمبر شمار	نام رامائن	نام مصنف یا مترجم	مخطوط یا مطبوعہ	تاریخ مخطوط	سال تصنیف یا ترجمہ	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
۱۷	مصور رامائن	چندر من بیدل	مخطوط						ایتھے کے مخطوطہ نمبر ۱۹۶۴ میں موجود ہے۔
۱۸	رام گیتا	شیتل سنگھ	مخطوط	۱۲۶۱ ہجری		۱۵	۵½ × ۸½"		عبدالسلام کلکشن مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ۔
۱۹	رام گیتا ادھیاتم رامائن	شیتل سنگھ	مخطوط						رام گیتا میں ابتدائی سطروں میں مصنف نے تحریر کیا ہے کہ انہوں نے رام گیتا کے عنوان سے ادھیاتم رامائن کے ساتویں باب کے محض ایک حصے کا ترجمہ کیا ہے۔
۲۰	رامائن ادھیاتم [illegible]	امر پرکاش	مخطوط	۱۲۶۱ ہجری		۶۸	۵¾ × ۸¼"		ذخیرہ سر سلیمان آزاد لائبریری علی گڑھ
۲۱	رامائن امر پرکاش	امر پرکاش	مطبوعہ	۱۸۶۷ء نول کشور		۵۲۴	بڑا	منثور	مکمل کتاب دہلی یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔ نابھوی کے پاس چند اوراق ہیں۔ مکمل کتاب ہارڈنگ لائبریری میں ہے۔
۲۲	[illegible]	[illegible]	مطبوعہ		۱۹۰۳ء [illegible]	۵۱	چھوٹا	منظوم	دہلی یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔ کچھ اوراق نابھوی کے پاس ہیں

صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
۲۴۸		منثور	مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ
			اصل نسخہ ایشر سنگھ نارا دہلی کے پاس ہے۔ کچھ اوراق نابھوی کے پاس ہیں
۳۶۱		منثور	اس نسخے کی فوٹوسٹیٹ کاپی ہریانہ اردو اکاڈمی میں ہے کچھ اوراق نابھوی کے پاس ہیں
۱۰۰	[illegible]	منظوم	اصل کتاب ڈاکٹر پریتم سینی سنگرور کے پاس ہیں۔ کچھ اوراق نابھوی کے پاس ہیں۔
		منثور	اصل نسخہ گورونانک دیو یونیورسٹی میں ہے M/S 1222 کچھ اوراق نابھوی کے پاس ہیں۔
۲۶۸		منثور	نسخہ ندوہ میں ہے۔ دیکھئے فہرست ہائے نسخہ خطی فارسی مرکز تحقیقات فارسی ہند۔ یہ نسخہ پاکستان میں بھی ہے

نمبر شمار	نام رامائن	نام مصنف یا مترجم	مخطوطہ یا مطبوعہ	مطبع یا سنہ طبع	سال تصنیف یا ترجمہ	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
۲۹	رامائن	گردھر داس کایستھ	مخطوطہ		۱۰۲۶ ہجری			منظوم	نسخہ پاکستان میں ہے۔ دیکھئے فہرست ہائے نسخہ خطی فارسی مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان موزہ ملی پاکستان۔ یہ نسخہ کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی میں بھی ہے
۳۰	پوتھی رامائن	[illegible]					۵۷	۹×۱۵	مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں نسخہ ہے۔
۳۱	ادھیاتم رامائن	نامعلوم							نسخہ ہائے خطی کشمیر و بھوپال۔ مرکز تحقیقات فارسی در ہند
۳۲	مژدہ نابکی								نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان جلد چہارم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان
۳۳	رامائن	منشی موہن سنگھ	مخطوطہ					منظوم	دیکھئے نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان جلد چہارم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ یہ نسخہ موہن سنگھ کی فارسی رامائن سے الگ ہے۔ کیوں کہ دونوں کا آغاز الگ الگ شعر سے ہے

کیفیت	منظوم یا منثور	سائز	صفحات	سال اشاعت / سال کتابت
دیکھئے نسخہ ہائے خطی فارسی جلد چہارم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان				
دیکھئے نسخہ ہائے خطی فارسی جلد چہارم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اور مراۃ العلوم خدا بخش لائبریری پٹنہ سوئم	منثور	۳۰×۲۰	۱۳	
قلمی نسخہ پاکستان میں ہے۔ دیکھئے نسخہ ہائے خطی پاکستان جلد چہارم مرکز تحقیقات فارسی ایران				
ایضاً یہ چھپی ہوئی کتاب ہارڈنگ لائبریری میں ہے	منظوم	ڈیمائی	۲۰۱	۱۹۲۱
خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے دیکھئے مراۃ العلوم جلد سوئم	منظوم		۹۵	
" "	منظوم		۲۵۸	
یہ نسخہ پرشین سیل ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں ہے				

نمبر شمار	نام رامائن	نام مصنف / مترجم	مخطوط یا مطبوعہ	سال اشاعت / سال کتابت	صفحات	سائز	تاریخ تالیف	منظوم یا منثور	کیفیت
۴۱	[illegible]	[illegible] لال		[illegible]	۱۹۶	۱۱×۷			اصل بند مسعود لکھنوی کے پاس ہے
۴۲	[illegible]		مخطوط						پنجاب یونیورسٹی میں NE 561 ہے
۴۳	رام گیتا		مخطوط						سنٹرل اسٹیٹ لائبریری پٹیالہ نمبر M/S. 283
۴۴	رامائن	[illegible]	مخطوط				۱۸۹۵ بکرمی		سنٹرل اسٹیٹ لائبریری پٹیالہ نمبر M/S 1677
۴۵	رامائن	[illegible]	مخطوط		۳۴۵		۱۰۸۹ ہجری		فہرست نسخہ خطی جلد چہارم صفحہ ۲۱۵۸ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان
۴۶	رامائن	آنند گھن خوش	مخطوط					منظوم	فہرست نسخہ خطی جلد چہارم صفحہ ۲۱۳۶ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان
۴۷	[illegible]		مخطوط						غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی
۴۸	[illegible]	[illegible]	مخطوط						تذکرہ شعرائے ہنود صفحہ ۱۲۷
۴۹	رامائن	امر سنگھ	مخطوط				۹۹۳	منثور	نسخہ ہائے خطی فارسی جلد چہارم صفحہ ۲۱۵۵ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان

صفحات	سائز	تاریخ کتابت مخطوطہ	منظوم یا منثور	کیفیت
				نسخہ ہائے خطی فارسی جلد ۶ صفحہ ۹۹۱۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان
				نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۲۲۰
				نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۲۲۶
				نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۲۳۱
				نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۲۳۱
				نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۲۳۴

نمبر شمار	نام رامائن	نام مصنف یا مترجم	مخطوط یا مطبوعہ	مطبع کا نام و تاریخ	سن تصنیف یا تالیف	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
۵۶	رام رامائن چند گوبند		مخطوط						نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۲۴۵
۵۷	سوانح ہمان رامائن		مخطوط						نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۲۵۴
۵۸	ستا رامائن		مخطوط						نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۲۵۵
۵۹	گیتی رامائن	سدا نند	مخطوط						نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۲۷۳
۶۰	رامائن والمیکی	آنند چند خوش	مخطوط						نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۴۰۴
۶۱	رامائن والمیکی	امر سنگھ	مخطوط						نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۴۰۴

کیفیت	مطبع یا ناشر	سائز	صفحات	سال طباعت یا تکمیل	مخطوط
نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات درایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۴۰۳					
نسخہ ہائے خطی فارسی مرکز تحقیقات در ایران و پاکستان جلد ششم صفحہ ۱۴۰۴					
فہرست ہائے نسخہ خطی جلد ششم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان صفحہ ۱۴۰۵					
فہرست مخطوطات شیرانی جلد دوم ۳۱۷					
داراشکوہ از ڈاکٹر بکرم جیت حسرت نابھا اور مقالہ رامائن ڈاکٹر عبدالودود اظہر دہلوی					
فہرست نسخہ ہائے فارسی دانش گاہ پنجاب آذر صفحہ ۱۹۰ پاکستان					

کیفیت	موجود ہے	مطبع یا ناشر	سائز	صفحات	سال طباعت یا تکمیل	مخطوط یا مطبوعہ	نام مصنف یا مترجم	نام رامائن	نمبر شمار
قلمی نسخہ گورونانک دیو یونیورسٹی میں ہے M/273						مخطوطہ		رامائن	۶۹
فہرست نسخہ ہائے فارسی جلد چہارم صفحہ ۲۱۵۹ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان						مخطوطہ	سالم رام بن بدن	رامائن	۷۰
بنگلہ زبان سے فارسی میں ترجمہ ہوا۔						مخطوطہ	انیس لال	رامائن ایس	۷۱
دیکھئے مقالہ اظہر دہلوی						مخطوطہ	جگن کشن	خلاصہ رامائن	۷۲
"						مخطوطہ	بانکے لال لالہ	دیپقہ رامائن	۷۳
"						مخطوطہ	مترجم	داستان رامائن	۷۴
"						مخطوطہ	بہادر علی	داستان رام و سیتا	۷۵
خطبات گارساں دتاسی۔ صفحہ ۳۷ پر درج ہے کہ مہاراجہ بنارس کی فرمائش سے شرح طبع ہو رہی تھی۔ جلوری ۱۸۵۲ میں تکمیل ہوئی								رامائن	۷۶

صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
			دیکھئے اشتہار رامائن فارسی امرپرکاش جو ہارڈنگ لائبریری دہلی میں ہے
۴۶۲			فہرست کتب عربی. فارسی. اردو کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی ۱۳۳۲ھ جلد اوّل ص ۲۲۰، ۲۲۱
۲۹۴			"

...و رامائنیں

صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
۸۰۴	بڑا	منثور	نابھوی کتب خانہ۔ اس رامائن کے کئی ایڈیشن چھپے۔ کچھ ایڈیشن مختلف لائبریریوں اور گھروں میں موجود ہیں۔ دوسری مرتبہ ۱۹۱۶ء میں چھپی۔
۱۱۵۶	بڑا	منثور	نابھوی کتب خانہ۔ اس رامائن کے کئی ایڈیشن چھپے۔ کچھ مختلف لائبریریوں اور گھروں میں موجود ہیں اول مرتبہ ۱۸۸۷ء میں چھپی

نمبر شمار	نام رامائن	مولف یا مصنف یا مترجم	مطبوعہ یا قلمی	تاریخ کتابت قلمی	سال طباعت و مطبع	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
									یہ ایڈیشن محکمہ السنہ پنجاب میں موجود ہے۔
۳	تلسی کرت	[illegible] دواکی	مطبوعہ		۱۹۰۶ء [illegible]	۲۴۲	بڑا	منظوم	یہ رامائن ایک قافیہ ہے۔ تلسی رامائن کا منظوم اردو ترجمہ ہے نابھوی کتب خانہ۔
۴	رامائن یک قافیہ	افق لکھنوی	مطبوعہ		[illegible] نول کشور	۷۸	کتابی [illegible]	منظوم	نابھوی کتب خانہ۔ پہلے بھی چھپی تھی۔ یہ رامائن یک قافیہ ہے۔
۵	رامائن منظوم	رام جی مل [illegible] رام	مطبوعہ		۱۹۲۳ نول کشور	۲۴۸	بڑا	منظوم	نابھوی کتب خانہ میں چند صفحات ہیں
۶	رامائن تلسی کرت	سورج پرشاد [illegible]	مطبوعہ		[illegible] لاہور	۳۱۱ بال کانڈ تک	بڑا	منظوم	نابھوی کتب خانہ میں چند صفحات ہیں۔ بال کانڈ ۳۱۱ صفحات تک ہیں۔ اس کے بعد کا پتہ نہیں۔
۷	تلسی رامائن	منشی [illegible] لال ورمن	مطبوعہ		[illegible] سنگھ	۱۳۲۰	بڑا	منثور	نابھوی کتب خانہ میں چند صفحات ہیں۔ مکمل محکمہ السنہ پنجاب میں ہے۔

تاریخ مخطوط	سال اشاعت و مطبع	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
	[illegible] ۱۸۸۱ء	۵۵	بڑا	منثور	نابھوی کتب خانہ میں ہے
	[illegible]	۸۰	بڑا	منثور	نابھوی کتب خانہ میں ہے
	۱۹۲۱ء [illegible]		ڈیمائی		نابھوی کتب خانہ میں ہے
	[illegible]	۱۵۲۶	ڈیمائی	منثور	نابھوی کتب خانہ میں ہے۔
	[illegible] نول کشور	۱۵۸	بڑا	منظوم	نابھوی کتب خانہ میں ہے

(باقی)

کفایۃ المنتہیؒ

ایک نادر و نایاب مخطوطہ

از

جناب مولانا سرفراز احمد صاحب اصلاحی مدرسۃ الاصلاح سرائمیر

مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڈھ کا کتب خانہ " المکتبۃ المرکزیۃ " گو زیادہ بڑا نہیں ہے تاہم یہ مختلف علوم و فنون خصوصاً تفسیر و قرآنیات کی اہم کتابوں پر مشتمل ہے، کتب خانہ میں مخطوطات کا ذخیرہ بھی زیادہ نہیں ہے مگر جس قدر بھی ہے وہ قیمتی، نایاب اور نادر ہے، مگر وسائل کی کمی اور جدید ذرائع کے فقدان کی وجہ سے ابھی تک ان پر کوئی علمی و تحقیقی کام نہیں ہوا ہے، اس مختصر تحریر کا مقصد ایک اہم مخطوطہ کی جانب اہل علم و اصحاب نظر کی توجہ مبذول کرانا ہے۔

نسخہ کا نام، موضوع اور اس کی مختصر کیفیت

اس قلمی نسخہ کا نام کفایۃ المنتہی ہے جو فن نحو میں ہے، مخطوطات کے کلکشن میں اس کا نمبر ۲۱۵ ہے اور سائز $\frac{28 \times 20}{8}$ ہے، اوراق کی تعداد ۱۳۶ ہے، ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں، رسم الخط فارسی نستعلیق اور پختہ ہے، جا بجا سرخ روشنائی سے فصول اور ذیلی عنوانات کو نمایاں کیا گیا ہے، مگر نہ کاتب کا نام کہیں درج ہے اور نہ تاریخ و سن کتابت کا کوئی اندراج ہے۔

یہ قلمی نسخہ دراصل ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کے ذخیرہ کتب میں تھا جو ان کی وفات کے بعد ان کے کتب خانہ کی اور کتابوں کی طرح مدرسۃ الاصلاح کے کتب خانہ میں آگیا، مولانا نے اس کے سرورق پر تحریر فرمایا ہے کہ انہیں ان کے ماموں حاجی مولوی

...ضلع اعظم گڑھ نے عنایت کیا تھا۔
...ب المفصل للزمخشری کے طرز پر لکھی گئی ہے، مصنف
...صاحبِ مفصل ہی کی طرح علیحدہ فصل سے کی ہے، مولانا فراہیؒ
...ک نوٹ میں کتاب کے متعلق لکھا ہے۔
...ی المفصل ولکن المصنف رحمہ اللہ زاد
...ں"
...راصل یہ مفصل کی مطول شرح ہے۔
...ے فصلوں کے عنوانات قائم کرنے کے علاوہ جا بجا مفید
...ں اس سے اس مخطوطہ کی اہمیت اور قدر وقیمت بڑھ گئی ہے۔
...اور تین قسموں پر مشتمل ہے، مقدمہ میں کل ۱۲ سطریں ہیں،
...حو کی مشہور تقسیم کے مطابق بالترتیب اسم، فعل اور حرف
...کی ابتدا اس طرح سے ہوتی ہے: "الحمد للہ الذی
...ا بلطائف علمہ وجعل علم النحو مرقاۃ لفہم
...ک النظم الفرقانی ..."
...فلنختم الکلام حامدین ومصلین علی من
...ن یختم لنا بحسن العافیۃ وخیر الخاتمۃ۔"
...نام صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام الدین الردولوی
...ن کا وطن اودھ کا مشہور قصبہ ردولی تھا جو ضلع بارہ بنکی
...حضرت شاہ عبدالحق ردولویؒ کا بھی وطن تھا، قاضی

شہاب الدین دولت آبادی مصنف کے نانا تھے جن سے انہوں نے کسب فیض بھی کیا تھا، ان کے سن ولادت کا پتہ نہیں چلا مگر وفات ۱۳ ذی قعدہ ۸۱۹ھ میں ہوئی، علم وفضل کی طرح تصوف وسلوک میں بھی ان کا پایہ بلند تھا، مشہور صوفی بزرگ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے بھی لطائف اشرفی میں ان کے علم ومعرفت میں کامل ہونے کی صراحت کی ہے۔

زیر نظر کتاب سے بھی مصنف کے علمی تبحر، وسعت نظر اور فنِ نحو کے جزئیات پر عبور کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ نحو کے مختلف مدارس اور ائمہ نحو کی آرا ان کے دلائل وشواہد اور وجوہ اختلاف سے بھی اچھی طرح واقف تھے مگر کتاب کے مباحث میں منطقیانہ وفلسفیانہ اسلوب کی آمیزش ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید، احادیث نبوی اور کلام عرب پر بھی مصنف کی گہری نظر ہے اور انہوں نے نحوی مسائل کے استنباط واستشہاد میں ان سے پورا فائدہ بھی اٹھایا ہے۔

مصنف کثیر التصانیف تھے مگر ان کی تصنیفات میں صرف دستور المبتدی اور غایۃ التحقیق شرح کافیہ لابن الحاجب ہی کا ذکر ملتا ہے، اول الذکر فارسی زبان میں صرف کا ایک مختصر رسالہ ہے جو مع تکملہ وتبصرہ مجیدی پریس کانپور سے جولائی ۱۹۱۱ء میں چھپا اور ۲۷ صفحے کا ہے۔ اس کو مصنف نے اپنے فرزند اسماعیل بن صفی حنفی کے لئے لکھا تھا، اس کتاب کا مطبوعہ نسخہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کی مرکزی لائبریری میں بھی موجود ہے۔

صاحبِ نزہۃ الخواطر نے بھی انہیں صاحبِ تصانیف کثیرہ بتایا ہے مگر مذکورہ

سی اور تصنیف کا نام نہیں لیا ہے، حاجی خلیفہ نے کشف
کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

یر نظر مخطوطہ ابھی تک طبع نہیں ہوا، غالباً یہ مصنف
ں کے ابتدائی چھ صفحات (۳ اوراق) بشمول مقدمۂ مصنف
بلکہ ان کے پڑپوتے حمید الدین کے لکھے ہوئے ہیں جو خود
ر لکھتے ہیں: "زمانہ فساد ہند میں ابتدا تا بر دو برہ" الخ ضائع
رہ ورق ۴ کی پہلی سطر میں آیا ہے۔

سرا نسخہ موجود نہیں تھا بلکہ وہ مسودہ کی صورت میں تھی اس
ا اس طرح ضائع شدہ حصے کو خود لکھ کر کتاب مکمل کر دی۔

کتاب کے دوسرے قلمی یا مطبوعہ نسخوں کی تلاش ہے جس کے
کی جانب رجوع بھی کیا گیا مگر ابھی تک کہیں کوئی سراغ نہیں مل
ے پھر رہنمائی کا خواستگار ہوں تاکہ اس قیمتی نسخہ کو ایڈٹ کر کے شائع کیا جائے
کرہ و تراجم کی کتابوں میں نہیں ملتے۔ مولانا حکیم سید عبد الحی
وی رحمان علی نے کسی قدر تفصیل سے تذکرہ علمائے ہند

م ہوتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے خاندان سے ان کا نسبی
ں بزرگ حضرت شاہ عبد الحق ردولوی (م ۸۳۷ھ) کے
مولوی رحمن علی نے تحریر کیا ہے کہ:

تمل عربی و فارسی کی بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں
فیا و غایۃ التحقیق شرح کافیہ مشہور ہیں (ص ۹۷)

مولانا ابو الکلام آزادؒ پر علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کا سمینار

از:- ضیاء الدین اصلاحی

مولانا ابو الکلام آزاد صدی تقریبات کے سلسلے میں ملک کے مختلف حصوں میں سمینار ہو رہے ہیں۔ راقم الحروف کو جن سمیناروں میں شرکت کا موقع ملا ان میں دو زیادہ اہم اور بڑے تھے، پہلا سمینار تو اتر پردیش اردو اکاڈمی کی جانب سے لکھنؤ میں ۲۲ تا ۲۴ جون کو ہوا اور دوسرا ۲۴ تا ۲۶ ستمبر کو علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ہوا، جس میں شرکت کے لئے پاکستان سے جناب ممتاز حسن، جناب شان الحق حقی اور جناب مسعود احمد برکاتی تشریف لائے تھے، پاکستان کے مزید چند اشخاص اور بنگلہ دیش کے دو حضرات عین وقت پر بعض موانع پیش آجانے کی وجہ سے نہیں آسکے۔

بمبئی سے پروفیسر ظ انصاری اور باقر مہدی، حیدر آباد سے پروفیسر انور معظم، پروفیسر عبد المغنی تبسم اور یوسف سرمست شریک ہوئے، ترو پتی سے ڈاکٹر رضی الدین، پٹنہ سے ڈاکٹر عبد المغنی اور سید نعیم، بھاگلپور سے پروفیسر لطف الرحمان اور لکھنؤ سے کاظم علی خاں صاحب نے شرکت کی۔ دہلی اور علی گڈھ کے مقالہ خوانوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا نام گنانے میں اندیشہ ہے کہ بعض لوگوں کا نام نہ آسکے۔ جناب ریاض الرحمان خاں شروانی کو مولانا سے غیر معمولی تعلق بھی ہے اور مولانا کا ان کا مطالعہ بھی وسیع اور گہرا ہے مگر وہ افتتاحی جلسہ کے بعد نظر نہ آئے۔

مولانا آزاد لائبریری میں ایک اچھی نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا تھا جس میں مولانا کی تصنیفات اور

ے سجایا گیا تھا اس میں مولانا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریروں اور خطوط کو
ی، ایک روز علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے کارناموں کو واضح کرنے کے لئے

یں افتتاحی جلسہ کینیڈی ہال میں ہوا اور افتتاح مرکزی وزیر مملکت جناب
ں چانسلر جناب سید ہاشم علی، رویندر کمار، پروفیسر حبیب عرفان اور
نار وصدر شعبۂ اردو) نے بھی اپنی تقریروں سے حاضرین کی معلومات میں
ر دلچسپی سے سنی گئی۔

قالات کی نشست جناب سید حامد سابق وائس چانسلر کی صدارت
ر کے جلسہ کی صدارت بالترتیب پروفیسر آل احمد سرور اور جناب ممتاز
ں راقم نے اپنا مقالہ "قرآن مجید کا تصور رحمت الٰہی اور مولانا ابوالکلام
ن کے جلسوں کی صدارت پروفیسر سید عقیل رضوی (الہ آباد) اور ڈاکٹر محمد
، جناب سید حامد، ڈاکٹر وحید اختر، پروفیسر عبدالمغنی، پروفیسر ظ۔ انصاری،
ت زیادہ بحث و گفتگو کا موضوع رہے اور ان کے بعض نکتوں سے

مولانا آزاد اور قومی تحریک تھا، اس کے علاوہ مولانا کی مذہبی و سیاسی
ن اور انڈیا ونس فریڈم کے مندرجات بھی زیر بحث آئے اور علی گڈھ
لانا کے نقطۂ نظر نیز ان کے اسلوب و طرز نگارش پر اچھے اور مفید مضامین پڑھے گئے۔
بعض لوگ مولانا کی عظمت کو مجروح کرنے کیلئے ان پر جا و بیجا اعتراض کو
مولانا انسان تھے، فرشتہ نہ تھے، لیکن ان کے مذہبی افکار پر عقلیت و

معروضیت کی آڑ میں ہر شخص کو اعتراض کا حق نہیں ہونا چاہئے۔ وحدت ادیان اور ایمان بالرسالت کے مسائل بھی خواہ مخواہ اٹھائے جاتے ہیں جن کے متعلق مولانا کی واضح اور قطعی تحریریں موجود ہیں، اسی طرح ان کی تفسیر میں ان کے سیاسی فکر کی چھاپ دکھانا بھی ایک ناروا جسارت ہے۔

ایک خاص حلقہ کی جانب سے مولانا کی سیاسی فکر و رائے کی غلطیاں بھی نمایاں کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن جناب سید حامد نے لکھنؤ اور علی گڈھ کے اپنے مقالوں میں اہم دستاویزات (TRANSFER OF POWER) (۱۹۴۲-۴۷) کی روشنی میں ناقابل تردید شواہد سے مولانا کی سیاسی بصیرت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، اس سمینار میں انڈیا ونس فریڈم کے بارے میں انہوں نے راج موہن گاندھی کی کتاب کا مبسوط جائزہ لے کر اس کی حقیقت پوری طرح ظاہر کر دی ہے مگر اس کے باوجود وہ لوگ جن کا تقدیر پر غالباً ایمان بھی نہیں ہے یہی کہے جا رہے ہیں کہ تقسیم ہند تو مقدر ہو چکی تھی اور مولانا کے سیاسی اندازے غلط تھے۔ دراصل ان لوگوں کا ردعمل سیاسی ہے غالباً اسی وجہ سے وہ گاندھی جی اور سردار پٹیل کے بارے میں مولانا کے خیالات پر زیادہ برہمی نہیں ظاہر کرتے مگر پنڈت جواہر لال نہرو کے تعلق سے زیادہ برہمی ظاہر کی جاتی ہے۔ مولانا کی قد آور شخصیت کو اس طرح کے اعتراضات ظاہر ہے، چھوٹا نہیں کر سکتے ہیں۔

مجموعی حیثیت سے سمینار کامیاب رہا۔ اور اس سے مولانا کی عظمت و کمال کے گوناگوں پہلو سامنے آئے۔ قاضی عبدالستار، ان کے رفقائے کار اور شعبۂ اردو کے اساتذہ و طلبہ نے اس کی کامیابی اور مہمانوں کو آرام و راحت پہنچانے کے لئے شب و روز ایک کر دیا تھا جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

...یص و تبصرہ

...تصوف (۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء تک)

...سہ ماہی ہمدرد اسلامیکس کے شمارہ ۲ء۲ میں سید حسین نصر
...کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، اس میں ۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء
...ہونے والی مشرق و مغرب کی اہم کتابوں کا اجمالی جائزہ لیا
...کے لئے اس مضمون کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔ (ع ص)
...یں دہائی میں یورپ کے اہل قلم نے علوم اسلامی اور خاص
...کا اظہار کیا ہے، اسلام سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے
...ں کو بھی اس میں بڑا دخل ہے، پہلے مستشرقین کا خیال تھا کہ
...لیکن اب یہ اعتراف عام ہے کہ تصوف اسلام کا اصلی جوہر
...ں سے اس کا قریبی تعلق ہے، اس کی اہمیت
...ت اور تزکیہ نفس کا یہ سب سے موثر طریقہ سمجھا جاتا ہے،
...نہ مسلمان اہل قلم نے بھی اس عرصہ میں تصوف کا سنجیدہ
...گزشتہ ایک صدی سے جاری ہے لیکن تصوف کا جو سرمایہ
...ا جامع، متنوع اور ہمہ گیر ہے کہ اس میں اب بھی علم و تحقیق کا
...ں محدود ہے، ۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء تک کے ابتدائی
...ہ میں اس لئے زیادہ اہم ہے کہ اس میں چند نمایاں تحقیقی کام

سامنے آئے، مثلاً امام قشیری کی تفسیر قرآن لطائف الاشارات کو I. BASYUNI نے چھ جلدوں میں مرتب کر کے ۱۹۶۸ء، ۱۹۷۱ء میں قاہرہ سے شائع کیا۔ الحکیم ترمذی کی کتاب ختم الولایت مرتبہ او، یحیی، بیروت سے شائع ہوئی، خواجہ عبداللہ انصاری کی منازل السائرین و شرح منازل السائرین کو S. DE. BEAURECUEIL نے تین جلدوں میں ۱۹۵۳ء، ۱۹۶۲ء میں قاہرہ سے شائع کیا، امام غزالی کی کتابیں، ہمیشہ کی طرح اہل علم کی توجہ کا مرکز رہیں، احیاء علوم الدین ۱۹۶۳ء میں چار جلدوں میں اور میزان العمل مرتبہ S. DUNYA ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء میں قاہرہ سے طبع ہوئیں۔ وسط ایشیا کے مکتب تصوف سے بھی مشرق کے ساتھ مغرب میں بھی دلچسپی ظاہر کی گئی، اس مکتب تصوف کی چند اہم کتابیں، ایران اور یورپ سے شائع ہوئیں، جن میں سب سے اہم نجم الدین کبری کی فوائح الجمال ہے اسے F. MEIER نے مرتب کر کے ویسبیڈن سے ۱۹۵۷ء میں شائع کیا لیکن اس مکتب فکر کی دوسری کئی اہم کتابیں خصوصاً علاء الدین سمنانی کی تمام کتابیں ۱۹۷۰ء کے اوائل تک غیر مرتب تھیں، محی الدین ابن عربی کی کتابوں پر اہل علم کی خاص توجہ رہی، عرب میں ان کی درجنوں تحریریں طبع ہوئیں گو ان میں زیادہ تر تشنۂ تنقید و تحقیق تھیں، مگر الفتوحات المکیہ کو پہلی بار او، یحیی نے بہترین تحقیق و تعلیق کے بعد شائع کرنا شروع کیا، ۱۹۷۲ء میں قاہرہ میں اس کی پہلی جلد طبع ہوئی یہ ایڈیشن، فتوحات کے ایک قدیم ترین مخطوطہ کے مطابق ہے جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ خود ابن عربی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود تھا، البتہ ابن عربی کے ایک عزیز شاگرد صدر الدین قونوی کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی گئی۔ تاہم ان کی ایک کتاب اعجاز البیان فی تاویل ام القرآن مرتبہ اے، احمد عطا، ۱۹۶۹ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی، مولانا جلال الدین رومی کی شاعری بھی اس عرصہ میں موضوع بحث و نظر رہی، ان کے دیوان کو بی، فروز انفر نے چھ جلدوں میں مرتب کیا اور دیوان شمس تبریز کے نام سے ۱۹۵۸ء، ۱۹۶۱ء میں تہران سے شائع کیا۔ مولانا رومی کے حلقہ فکر کے شمس الدین احمد افلاکی کی مناقب العارفین کو ای F. YAZ نے دو جلدوں میں ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۱ء

ت اللہ ولی کا دیوان اور کئی رسالے تہران کی نعمت اللہ خانقاہ
بحار العاشقین اور شرح شطحیات مرتبہ H. CORBIN اور
شائع ہوئے، ان کتابوں کی اشاعت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو
ز تصوف سے ہی خاص رہی۔

ساتھ مغربی زبانوں میں ان کے ترجمے بھی ہوئے، چنانچہ فارسی
ں اور خاص طور پر نظریۂ تصوف کے براہ راست مطالعہ سے ایسے
ں، ہمارے جائزہ کے زمانہ میں جو ترجمے ہوئے ان میں سب سے
نے عطار و رومی کے کلام کو DISCOURSES OF RUMI
TALE (دو جلدیں ۶۱، ۶۳ء)
N (۶۶ء) میں لندن اور شکاگو سے شائع کیا، انہوں نے
THE MYSTICAL POEMS IN IBN کے نام سے
طاء اللہ اسکندری اور ابن عباد الرندی پر NWIYA نے فرانسیسی
شائع کیں، ابن العربی پر T. BURCKHARDT نے ۵۵ء
H. KOFLER نے ۷۰ء میں GRAZ سے فصوص الحکم
شی بھی دیئے گئے ہیں، فصوص کا ترجمہ جرمن میں بھی ہوا اگر وہ
نگریزی ترجمہ SUFI SAINTS OF ANDULUSIA کے
ے شائع کیا، ترجموں میں بھی متاخرین صوفیہ کو متقدمین کے مقابلہ
جمہ J. L. MICHON نے ۶۹ء میں لیڈن سے شائع
LETTERS OF A SUFI MASTER نے BURCKH

نظریۂ تصوف اور تاریخ تصوف جیسے موضوعات پر اسلامی اور یوروپی زبانوں میں کئی کتابیں طبع ہوئیں، مثلاً اے عفیفی کی التصوف، الثورۃ الروحیہ فی الاسلام، قاہرہ سے ۶۳ء میں طبع ہوئی، سید حسین نصر کی صوفی ایسیز لندن سے ۷۲ء میں شائع ہوئی، پیرس سے ۶۴ء میں L. GARDET اور M.M. ANWATI کی کتاب LA MYSTIQUE MUSULMANE شائع ہوئی، ان کتابوں میں تصوف کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی، تصوف اور دوسرے علوم اسلامی کے ربط و تعلق پر بھی کئی اچھی کتابیں لکھی گئیں جن میں SCHUON کی انڈرسٹینڈنگ اسلام مطبوعہ لندن ۶۳ء و بالٹی مور ۷۲ء، سید حسین نصر کی آئیڈیلز اینڈ ریلیٹیز آف اسلام، مطبوعہ لندن ۶۶ء، ۷۲ء بوسٹن ۷۲ء اور ایم کے الشابی کی الصلۃ بین التصوف والتشیع دو جلدیں مطبوعہ بغداد ۶۳ء، ۶۴ء قابل ذکر ہیں۔

تاریخ تصوف پر بھی کئی کتابیں طبع ہوئیں ان میں MASSIGNON کے ابتدائی کام کے بعد GARDET اور MOLE کی کتابیں پیرس سے ۶۴ء میں اور MASSIGNON کا ایک مجموعہ مضامین مرتبہ والئ مبارک تین جلدوں میں ۶۳ء، ۶۴ء میں بیروت سے شائع ہوا۔ ایران، ہندوستان اور ملیشیا کے صوفیہ پر بھی قابل قدر کام ہوا، مثلاً سی، رائس کی دی پرشین صوفیز، مطبوعہ لندن ۶۴ء اے، اے رضوی کی مسلم ریوائیولسٹ ان نارتھ انڈیا مطبوعہ آگرہ ۶۵ء اور بی، ایم، این العطاس کی THE MYSTICISM OF HUMZAH FA-NSURI مطبوعہ کوالالمپور ۱۹۷۰ء وغیرہ، طبقات الصوفیہ پر بھی از سر نو تحقیق و تالیف کا آغاز ہوا ہے۔ مختلف علاقوں اور سلاسل صوفیہ پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں N. ZIADEH کی دی سنوسیہ مطبوعہ لیڈن ۵۸ء، جے ایم ابو النصر کی THE TIJANNIYA مطبوعہ لندن ۶۵ء اور R. GRAMLICH کی کتاب مطبوعہ WIES-BADEN ۶۵ء قابل ذکر ہیں، جے ایس ٹرمنگھم کی کتاب دی صوفی آرڈرس ان اسلام مطبوعہ لندن ۷۱ء اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں صوفیہ کے مختلف پہلوؤں کی عام تاریخ آگئی ہے لیکن طبقات صوفیہ کے تقابلی مطالعہ اور مفصل جائزہ کی ضرورت اب بھی باقی ہے، صوفیائے کرام پر بھی اچھا مواد فراہم ہوا، شیخ جنید پر اے، ایچ عبدالقادر کی کتاب دی لائف، پرسنالٹی اینڈ رائٹنگس آف الجنید، لندن میں ۶۲ء میں طبع ہوئی، خواجہ عبداللہ

چکا ہے، امام غزالی پر F. JABRE کی کتاب بیروت سے ۱۹۶۵ء

بن العربی، عطار اللہ اسکندری، ابن عباد رندی اور شیخ العلاوی پر

نے شیخ العلاوی کی چند نظموں کا بھی نہایت نفیس ترجمہ کیا ہے۔

تعلیمات کے موضوع پر بھی خاصا لٹریچر تیار ہوا MASSIGNON

کے الفاظ و بیان سے صوفیانہ مصطلحات کے ربط پر ایک عمدہ کتاب

EXEGESE CORANIQUE ET LAN بیروت سے

قلم نے بھی کئی اچھی کتابیں لکھیں۔ مثنوی مولانا روم اور فصوص الحکم

RUS کی شرح کا ذکر اوپر آچکا ہے، جے ہمائی کی شرح مثنوی مولوی

ہوئی، ایس، جے آشتیانی کی شرح مقدمہ قیصری بر فصوص الحکم ابن

ئع ہوئی، ڈاکٹر میر ولی الدین کی لو آف گاڈ مطبوعہ نئی دہلی ۱۹۶۸ء اور

۱۹۵ء اور سید حسین نصر کی صوفی ایسیز مطبوعہ لندن ۱۹۷۲ء اور

ء بھی اس موضوع پر قابل قدر کتابیں ہیں۔

یں، نظریہ تصوف کی الہیاتی تشریح بڑی خوبی سے کی گئی ہے، مستشرقین

روحانی اور مابعد الطبیعی تعارف بہتر طریقہ سے کرایا، اس سلسلہ

ف اسلام، ڈاکٹمنٹس آف اسلام، برفارڈ کی این انٹروڈکشن ٹو صوفی

، لیکن شیون کی کتاب سب سے بہتر ہے، ان تمام کتابوں میں

ے خیالات کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، کاربن کی ایک فرانسیسی

CREATIVE IMAGINATION IN THE SUFISM

پرنٹس ۱۹۶۹ء اور T. IZUTSU کی A COMPARATI

STUDY OF THE KEY PHILOSOPHICAL CONCEPTS

میں بھی زیادہ تر ابن العربی کے خیالات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ٹی ازتسو اپنے مزاج کی وجہ سے نظریہ تصوف کے مستند ترجمان کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں۔

اسلامی تہذیب کے دوسرے پہلوؤں خصوصاً سائنس اور فلسفہ سے تصوف کے تعلق پر بھی داد تحقیق دی گئی ہے، ابن رشد کے عہد کے بعد کا مطالعہ اسی زاویہ سے کیا گیا، ازتسو کاربن اور سید حسین نصر کی مذکورہ بالا کتابوں میں ایسے مباحث موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی سائنس کی ترقی میں تصوف کا دخل نہایت اہم رہا ہے، یہ بحث بادی النظر میں غیر متصوفانہ بلکہ متشککانہ معلوم ہوتی ہے، لیکن اب اس نقطہ نظر کو علمی تائید حاصل ہو رہی ہے، تاہم اس موضوع پر ابھی اور زیادہ سنجیدہ اور دقیق مطالعہ کی ضرورت ہے، تاکہ اسلامی تہذیب میں تصوف کا مرکزی کارنامہ پوری طرح واضح ہو سکے۔

موجودہ عصر اور عصری مسائل سے تصوف کے تعلق کے لحاظ سے سنجیدہ عقلی اور روحانی مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے، شیون اور سید حسین نصر کی مذکورہ کتابوں میں ایسی کئی بحثیں ملتی ہیں۔

اس مختصر جائزہ سے یہ بات عیاں ہے کہ مغرب میں تصوف سے دلچسپی روز افزوں ہے، لیکن تصوف کے سنجیدہ طالب علموں کے مقابلہ میں اب بھی ایسے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو مسائل تصوف کی ترجمانی غیر سنجیدہ اور محض شاعرانہ نکتہ آفرینیوں ہی تک محدود رکھتے ہیں اور اسی لئے تصوف کی حقیقی روح و ماہیت ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں میں جو قابل قدر کام ہوا ہے اس کی روشنی میں مزید کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے تصوف کی معتبر، مستند اور امہات کتب کے ترجموں اور تشریح و توضیح کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

(ع۔ ص)

اخبار علمیہ

دالت میں ہے' اس کا عدالتی نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو مگر اس معاملہ نے
کے ذہن وضمیر کو بھی بیدار کر دیا ہے' قومی پریس کی جانبداری تو عیاں
مسرت وحیرت ہوتی ہے "ٹائمز آف انڈیا کے ایک شمارہ میں ستیہ پال
قائق کو بڑی جرأت کے ساتھ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ" یہ
ندرجی پیدا ہوئے وہاں مندر ہونا چاہئے، مگر آج ایک بھی مہنت
ام چندرجی کی جائے پیدائش کا تعین نہیں کر سکتا ہے' اس وقت
اور ان سب کے پجاریوں کا دعوی ہے کہ رام جی انہیں کے مندر میں
جودھیا میں راجہ دسرتھ کا محل بھی ہے جہاں رام جی کی ماں کوشلیا
پیدائش زیادہ قرین قیاس ہے۔ یہ محل، بابری مسجد سے بہت دور
سجد کو ہی جائے پیدائش قرار دینا اور اس کے انہدام کے درپے
ل کے ساتھ خطرناک کھیل ہے۔" انہوں نے یہ منصفانہ خیال بھی
د حل یہ ہے کہ تمام عبادت گاہوں کو اس نوعیت پر باقی رہنے دینا
لو انہیں حاصل تھیں۔

ب طرف تاریخی حقائق کی منکر ہے تو دوسری جانب کائنات کے
ستجو میں بھی مصروف ہے' امریکا کا خلائی جہاز وائجر ۲ "۲۴ ر
ہ نیپچون کے قریب سے گزرا تو اس سیارہ کی تصویروں کا انسان
ائجر ۱، ۲ نے ۷ بلین ۲ ملین کیلو میٹر کا یہ سفر ۱۲ سال میں

طے کیا اس عرصے میں نیپچون کے علاوہ مشتری، زحل اور یورانس سیارے اورکم ازکم ۵۶
چاند اس کی راہ میں آئے، وائجر نے ۸۱ ہزار تصویریں بھیجیں، نیپچون کے چھ چاند پہلے معلوم ہو
چکے تھے مگر بعد میں دو اور چاندوں کا انکشاف ہوا' نیپچون کے گرد، شہابی پتھروں کے تین ہلکے
اور دو دبیز دائروں کا بھی علم ہوا' یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک حلقہ میں کم ازکم چھ چھوٹے چاند
ہیں، نیپچون کی نیلگوں فضا میں ایک طوفانی گرداب بھی دکھائی دیا جسے گریٹ ڈارک اسپاٹ
کا نام دیا گیا ہے اس میں ۱۵۸ ا کیلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے ہوائیں چلتی ہیں۔ اس کے
قطب کی روشنی کی غیر مرئی شعائیں اور قدرتی گیس کے سنبل نما بادل اپنے سے بہت نیچے کے
بادلوں پر اپنا عکس ڈالتے ہیں، نیپچون کی مقناطیسی سطح کو ایک رقیق سیال متحرک رکھتا ہے جو
ایک پایاب اور مدور خول میں ہے جب کہ کرہ ارض میں یہ عین قلب کی گہرائیوں میں ہے' چونکہ یہ
سیارہ سورج سے سب سے دور واقع ہے اس لیے سورج سے حاصل ہونے والی حرارت
زمین کے مقابلہ میں ایک ہزارویں حصہ سے بھی کم ہے' اس قدر کم حرارت کے باوجود وہاں طوفانی
ہوائیں کیسے چلتی ہیں، سائنسدانوں کو اس کا جواب نہیں مل سکا ہے، نیپچون کے گلابی اور
انتہائی سرد قمر زہریر ٹریٹون پر دو قسم کے برف فشاں پہاڑ ہیں' ان کے دہانے ۳۰۰ میٹر تک
گہرے ہیں اور یہ سمندر کے طوفانوں کی طرح برف اگلتے رہتے ہیں' یہ نائٹروجن برف کو ۴۰
کیلومیٹر کی بلندی تک ۹۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے خارج کرتے رہتے ہیں' ان تصویروں
اور اطلاعات نے سائنسدانوں کی عقل وروح کے لیے سامان نشاط مہیا کر دیا ہے' ایک
سائنسداں نے کہا کہ" اگر اپنی زمین کو سمجھنا ہے تو جہان غیر کو دیکھو" وائجر ۱، ۲ کی بیٹریاں
۲۰۲۰ء میں ختم ہو جائیں گی، اس کے بعد ویڈیو ڈسک اور دنیا میں ریکارڈ کی ہوئی آوازوں
کو لے کر یہ جہاز، کہکشاں کے مرکز کے اردگرد اربوں کھربوں سال تک گردش کرتا رہے گا کہ

یادہ تہذیب یافتہ مخلوق ان تصویروں اور آوازوں کو دیکھ اور سن سکے۔
ں میں نیپچون کے پرے، سرد تاریکیاں ہیں۔

ت ابھی باعثِ حیرت تھیں کہ امریکی ماہرینِ فلکیات نے ایک نہایت عظیم
بادل کا مشاہدہ کیا، اس کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ دنیا کی قدیم
بتدائے آفرینش سے موجود تھی، معلوم ہوا کہ اس کہکشاں میں اب بھی
بنتے جاتے ہیں، اس انکشاف سے اس خیال کو بھی تقویت ملی کہ کائنات
ں وتخلیق کا عمل اب بھی جاری ہے جو درا صل کل یوم ھو فی شان کی

ن کے ساتھ سائنسداں، انسانی جسم کے اندرونی نظام کو سمجھنے کی بھی
ں سائنسدانوں نے اب ایک بہت چھوٹا سا روبوٹ بنایا ہے جو انسانی
ے اعضاء و جوارح کی طرح متحرک رہ سکتا ہے، اس کا مقصد یہ ہے
لیوں کا تعین کر کے ان کا علاج خود کر سکے، ٹوکیو یونیورسٹی کے پروفیسر
ں بتایا کہ اگلے سال ایک اور مائیکرو روبوٹ تیار ہو جائے گا جو نسیجول
مددگار ہوگا۔

خبر یہ ملی کہ سوویٹ کیمونسٹ پارٹی کے بانی لینن اور ان کے جانشین
تجزیہ سائنسداں اس حیثیت سے کر رہے تھے کہ دماغی ساخت
کی صلاحیت میں بھی کوئی رشتہ ہوتا ہے یا نہیں؟ ١٩٢٤ء سے لینن
کے دماغوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور اب سائنسدانوں نے اس
میں ناکامی کا اعتراف کر لیا ہے۔ (ع۔ص)

ادبیات

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

از:۔ پروفیسر شاہ سید معین الدین حسن، مسند نشین و خادم حضرت خواجہ غریب نواز، اجمیر

مطلعِ فردوسِ ایماں، روئے زیبائے رسول
دولتِ جاوید عرفاں، حسن بیضائے رسول

جنتِ چشم لطافت، قدِ رعنائے رسول
گلشنِ شادابِ رحمت، خوئے زیبائے رسول

دل کا ہر گوشہ، مدینہ زارِ عرفاں ہو گیا
مرحبا! اعجاز یاشیؔ تو لائے رسول!

بیکسیٔ شرمِ عصیاں، ملتجیٔ رحم ہے
المدد! اے کوثر و تسنیم لبہائے رسول

شیوۂ رحمت کے قرباں، مژدۂ لاتقنطو
دل نوازِ شرمِ عصیاں ہے، بہ ایمائے رسول

دیدۂ بینا، دل بیدار، کیف سرمدی
سارے گوہر تجھ پہ قرباں، اے تولائے رسول

فطرتِ انساں، نثارِ ہر ادائے دین ہے
وہ متاعِ امن و خیر و عدل و حق لائے رسول

قدسیاں جنت بداماں، بہر تمکیں ساتھ ہیں
شاہدانِ ناز دیکھی، شان شیدائے رسول

حسنِ نایابِ ازل کی آرزوئے دید میں
جانب محشر نکل آیا ہے شیدائے رسول

ناز و اندازِ تہی دستانِ الفت کچھ نہ پوچھ
"لا" زباں پہ دم "اللہ" میں سر میں سودائے رسول

صدق و رحم و خیر و عدل و عفو و احسان و کرم
مرحبا اصلی علیٰ! اخلاق زیبائے رسول

جو بھی فرمایا تو پہلے خود عمل اس پہ کیا
داعیانِ حق میں یہ بھی شانِ یکتائے رسول

کعبۂ اربابِ ناز و قبلۂ اہل نیاز
مرکزِ چشمِ دو عالم، بابِ خضرائے رسول

دردمندانِ محبت میں حسنؔ کی خستگی
قابلِ لطف و کرم ہے اے تمنائے رسول

...وعات جدیدہ

(THE RELIGION REFORMERS IN ISLAM)

...کاغذ طباعت عمدہ، صفحات ۲۶۲، تقطیع متوسط، قیمت
...تہ، حقیقت کتابوے، استنبول، ترکی۔

...انگریزی، عربی، فرانسیسی، ترکی، فارسی اور اردو زبان میں
...س سے پہلے اس کی چند انگریزی مطبوعات کا ذکر ان صفحات
...ی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، کتاب کے نام سے بہ ظاہر یہ اندازہ
...ین و مصلحین کے حالات درج ہوں گے، لیکن مصنف نے
...ہ اس کتاب میں بیرون ترکی کے ان مصلحین کی تردید کی
...و تشیع، بدعت اور خلافِ سنت و مذہب امور کے لیے
...ن کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم کو وہ برگزیدہ علمائے اہلسنت
...مجدد الف ثانی اور مستقبل میں حضرت مہدی، دوسرے
...ت پر کامل اعتقاد رکھنے کے باوجود ہر مسئلہ میں علمائے
...ھتے، ان کے خیال میں یہ اہلِ بدعت ہیں، تیسرے گروہ
...کے احیائے نو کا دعوی کرنے کے باوجود آیات و احادیث
...لام کی بنیاد کو متزلزل کر دینے والی ہیں، مصنف کے
...ام کے دشمن ہیں، یہ لیبن ریفارمرز سے مراد لامذہب اور
...ں جن کی بہ ظاہر دلکش اور پُر فریب تحریریں نوجوان نسل کو

اپنا حلقہ بہ گوش بنا لیتی ہیں، اسی لیے ان کے رد و ابطال کو وہ وقت کا تقاضہ بتاتے ہیں، اس سلسلہ میں مصنف نے جن مصلحین کے اقوال و افکار کا رد کیا ہے ان میں موسیٰ جار اللہ، جلال نوری بیگ، جمال الدین افغانی، محمد بن عبد الوہاب، محمد عبدہ، مولانا محمد الیاس، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی اور سید قطب وغیرہ شامل ہیں، ان کے علاوہ امام ابن تیمیہؒ، مولانا گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا تھانوی وغیرہ پر بھی جابجا تعریض کی گئی ہے، مولانا محمد یوسف کی حیاۃ الصحابہؓ سے تو مصنف خوش ہیں مگر وہ بھی ان کے معیار اور کسوٹی پر پورے نہیں اترتے (ص ۲۰۸) مولانا سید ابو الحسن علی ندوی سے وہ اس لیے ناراض ہیں کہ مولانا، امام مجدد الف ثانی کی تعریف کے ساتھ شاہ اسماعیل دہلوی، میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی، دار العلوم دیوبند اور تبلیغی جماعت کے بھی مداح ہیں (ص ۲۰۹) ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کو بھی مصلح بتا کر انہیں قابلِ اصلاح سمجھا گیا ہے، مصنف کے خیال میں ڈاکٹر صاحب کا علم سطحی ہے اور ان کی شہرت تمامتر پیرس کے ایک علمی ادارہ سے وابستگی کا نتیجہ ہے (ص ۲۴۹، ۲۴۶) ندوہ اور تبلیغی جماعت کے متعلق بھی ایسے ہی غیر معتدل خیالات ظاہر کیے گیے ہیں، مصنف سب سے زیادہ امام مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت سے متاثر ہیں۔ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو وہ ہندوستان کا عظیم عالم سمجھتے ہیں، مصنف نے مولانا عبد العلیم صدیقی اور مولوی ابو احمد کبیر الا کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان حضرات نے رد تبلیغ میں ناقابل تردید کتابیں لکھی ہیں۔ کتاب کے آخر میں مولانا بریلوی کے فتاوی حرمین کے دس منتخب فتاوی کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے، مصنف نے ائمہ اربعہ، علمائے سلف اور عقیدہ اہل سنت سے اپنے تعلق کا بار بار ذکر کیا ہے ان کی تحریر سے یک گونہ اسلام سے تعلق اور دردمندی کا بھی پتہ چلتا ہے، مگر اولاً تو انہوں نے اختلافات کے اظہار میں

ی اور شائستگی کا کوئی خیال ہی نہیں رکھا ہے اور جس کو اپنا مخالف سمجھا اس کے
ں ثقاہت و شرافت سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ دوسرے ان کے
بھی نہایت غیر متوازن اور قابلِ اصلاح ہیں، اسی طرح مصلحین کی ان کی سہ گانہ تقسیم
ق سے بعید ہے، ہمارے پیش نظر کتاب کا ساتواں ایڈیشن ہے اس سے اس کی مقبولیت
ظاہر ہوتی ہے مگر اس کے مباحث کا جو اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے اس سے مصنف
راگندگی، غیر معتدل خیال اور ناشائستگی تحریر و بیان کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ (ع۔ ص)

کلیاتِ میر — مرتبہ ڈاکٹر فرید احمد برکاتی، تقطیع متوسط، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر
۸۵ مجلد مع گرد پوش، قیمت۔ ۱۵ روپے، پتے (۱) موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹ گولہ مارکیٹ
ی دہلی (۲) مسکین بکڈپو، موتی ڈونگری روڈ جے پور (راج) (۳) دانش محل امین آباد لکھنؤ۔
لانا حکیم سید برکات احمد ریاست ٹونک کے شاہی طبیب اور بڑے ذی علم و کمال شخص تھے،
ت بہار سے ٹونک چلا آیا تھا جہاں کے آسمانِ علم و حکمت پر وہ اب بھی اپنی چمک دمک دکھا
یرِ نظر کتاب کے لائق مصنف بھی اسی خانوادۂ علم کے چشم و چراغ اور راجستھان یونیورسٹی کے
ں لکچرار ہیں، ان کو اپنے اسلاف سے علم و تحقیق کا ذوق ورثے میں ملا ہے، ان کی اس کتاب پر
نیورسٹی نے انہیں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی ہے، یہ خدائے سخن میر تقی میر کی کلیات کی مبسوط
میر کے حالات و کمالات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن ان کے کلام کی فرہنگ غالباً پہلی مرتبہ
محنت اور تحقیق سے تیار کی گئی ہے، جس سے میر کے کلام کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی اور اردو طلبہ و اسا
ت خیر مترقبہ ہے۔ فرہنگ کی ترتیب بھی کم اہم نہ تھی لیکن مصنف نے شروع میں اس پر ایک مبسوط
ہے جس میں بڑی تحقیق اور نہایت تلاش و جستجو سے میر اور عہد میر کے ادبی و لغوی مسائل و خصوصیا
ت و تبصرہ کیا گیا ہے اور فرہنگ کی ترتیب و تدوین میں جو امور و اصول مدنظر رکھے گئے ہیں ان کی
ہے، یہ مقدمہ بھی بڑی قدر و قیمت کا حامل ہے اور اس سے نوجوان مصنف کی اچھی استعداد اور بہتر
ور تحقیقی صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔
(ض)

تصنیفات مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ سیرۃ النبیؐ جلد سوم۔ معجزہ کے امکان و وقوع پر علم کلام اور قرآن مجید کی روشنی میں مفصل بحث۔ قیمت ۵۸/=

۲۔ سیرۃ النبیؐ جلد چہارم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ فرائض۔ ۵۸/=

۳۔ سیرۃ النبیؐ جلد پنجم۔ فرائض خمسہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد پر سیر حاصل بحث۔ ۴۸/=

۴۔ سیرۃ النبیؐ جلد ششم۔ اسلامی تعلیمات، فضائل و رذائل اور اسلامی آداب کی تفصیل۔ ۵۸/=

۵۔ سیرۃ النبیؐ جلد ہفتم۔ معاملات پر مشتمل متفرق مضامین و مباحث کا مجموعہ۔ ۲۳/=

۶۔ رحمت عالمؐ۔ مدرسوں اور اسکولوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کیلئے سیرت پر ایک مختصر اور جامع رسالہ۔ ۶/=

۷۔ خطبات مدراس۔ سیرت پر آٹھ خطبات کا مجموعہ جو مسلمانان مدراس کے سامنے دیے گئے تھے۔ ۱۶/=

۸۔ سیرت عائشہؓ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات و مناقب و فضائل۔ ۲۵/=

۹۔ حیات شبلیؒ۔ مولانا شبلیؒ کی بہت مفصل اور جامع سوانح عمری۔ ۵۸/=

۱۰۔ ارض القرآن ج ۱۔ قرآن میں جن عرب اقوام و قبائل کا ذکر ہے ان کی عصری اور تاریخی تحقیق۔ ۲۴/=

۱۱۔ ارض القرآن ج ۲۔ بنو ابراہیم کی تاریخ قبل از اسلام، عربوں کی تجارت اور مذاہب کا بیان۔ ۱۸/=

۱۲۔ خیام۔ خیام کے سوانح و حالات اور اس کے فلسفیانہ رسائل کا تعارف۔ ۴۵/=

۱۳۔ عربوں کی جہازرانی۔ بمبئی کے خطبات کا مجموعہ۔ ۱۵/=

۱۴۔ عرب و ہند کے تعلقات۔ ہندوستانی اکیڈمی کے تاریخی خطبات (طبع دوم عکسی) ۴۹/=

۱۵۔ نقوش سلیمانی۔ سید صاحب کے منتخب مضامین کا مجموعہ جن کا انتخاب خود موصوف نے کیا تھا (طبع دوم عکسی) ۴۲/=

۱۶۔ یادرفتگان۔ ہر شعبۂ زندگی کے مشاہیر کے انتقال پر سید صاحبؒ کے تاثرات ۳۳/=

۱۷۔ مقالات سلیمان (۱) ہندوستان کی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر مضامین کا مجموعہ۔ ۳۳/=

۱۸۔ مقالات سلیمان (۲) تحقیقی اور علمی مضامین کا مجموعہ۔ ۲۹/=

۱۹۔ مقالات سلیمان (۳) مذہبی و قرآنی مضامین کا مجموعہ (بقیہ جلدیں زیر ترتیب ہیں) ۲۹/=

۲۰۔ برید فرنگ۔ سید صاحبؒ کے یورپ کے خطوط کا مجموعہ۔ ۲۰/=

۲۱۔ دروس الادب حصہ اول و دوم۔ جو عربی کے ابتدائی طالب علموں کے لیے مرتب کیے گئے ۴/= ۶/=

"منیجر"